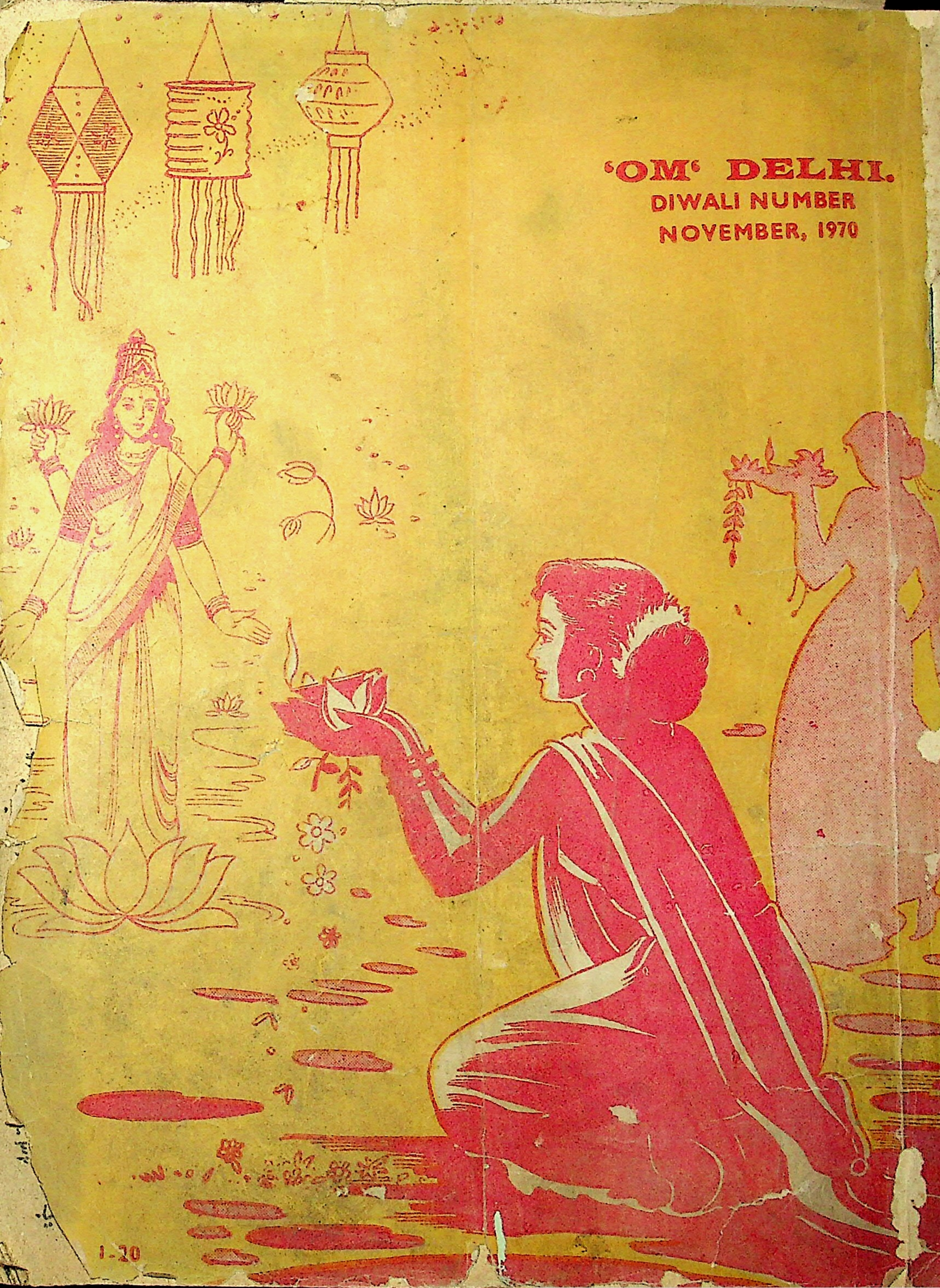


'OM' DELHI.
DIWALI NUMBER
NOVEMBER, 1970
1-20



SWAMI RAM TIRATH



دیوالی نمبر Rs 1-20

فہرست مضامین

بابت ماہ نومبر ۱۹۷۰ء

چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر 13/ روپئے

بذریعہ وی پی ½14 روپے

ممالک غیر کیلئے بذریعہ سمندری ڈاک

بائیس 22/ روپے

بذریعہ ہوائی ڈاک 44/ روپے

رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں

سمپادک

گورکھ ناتھ نندہ

قیمت فی پرچہ ایک روپیہ بیس پیسے

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے سود لیتھو پریس پٹودی ہاؤس دہلی نمبر ۸ سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ مکان ۹۲-۱۰۰ سے شائع کیا۔

اغراض و مقاصد

۱۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا۔
۲۔ بھگتوں۔ یوگیوں۔ گیانیوں اور دوسرے مہاپرشوں کے ابھارنے والی زندگیوں کے موثر حالات پیش کرنا۔
۳۔ عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعہ تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا۔
۴۔ ماضی وحال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔
۵۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری قدرشناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
۲۔ اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ ۱۰ تاریخ تک چٹھی لکھ کر پرچہ طلب کر سکتے ہیں۔
۳۔ خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیے۔ جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔
۴۔ منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط حروف میں منی آرڈر کوپن پر لکھنا چاہیے۔ نئے خریداروں کو یہ ضرور لکھنا چاہیے کہ ہم نیا خریدار ہوں۔
۵۔ اہل قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کے ادبی۔ روحانی معیار پر پورے اتریں۔

۶۔ سالنامہ جنوری سنہ ۱۹۷۱ء "اپاسنا انک" کے نام سے منسوب ہوگا۔ جو کہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۷۰ء کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔ فی کاپی کی قیمت چار روپے ہوگی لیکن اوم کے سالانہ خریداروں کو مفت بھینٹ ہوگا۔"

(اوم)

نویدن

اوم ایڈیٹر

(۱) اوم کے معزز خریداران سے ہم نویدن کرتے ہیں کہ جن سجنوں کی میعاد خریداری ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء کے پرچے کے ساتھ ختم ہوگی۔ اُن کو اسی پرچے ماہ نومبر ۱۹۷۰ء میں مطلع کیا جا رہا ہے۔ وہ کرپا کر کے اپنا سالانہ چندہ بابت ۱۹۷۱ء اسی ماہ کے اندر بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور فرمائیں۔ تاکہ ان کی یہ رقم سالنامہ اپاسنا انک بابت جنوری ۱۹۷۱ء کیلئے خرچ کر کے اس کو شاندار بنانے کی کوشش کیجائے۔

(۲) آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ تیرہ (۱۳/=) روپئے ہے۔ اس لئے ہر دھرم پریمی کو چاہیئے کہ وہ رقم بذریعہ منی آرڈر ماہ نومبر میں ہی بھیجکر مشکور فرمائیں۔ کیونکہ گزشتہ سال کے تلخ تجربہ کی بناء پر ناظرین اوم کو یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جو رقوم بذریعہ منی آرڈر ماہ دسمبر ۱۹۶۹ء میں ارسال کی گئی تھیں وہ ہمیں ایک ماہ بعد یعنی 5 جنوری ۱۹۷۰ء کو وصول ہوئیں۔ جبکہ ہم وی۔ پی بھیج چکے تھے نتیجہ کے طور پر ہمیں چندہ وقت پر نہ ملنے کے سبب وی۔ پی کرانے پڑے جو کہ کافی تعداد میں واپس آگئے اور ہمارا نقصان ہوا۔ اس لئے ہم اوم کے پرانے خریداران سے نمر اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنا سالانہ چندہ مبلغ ۱۳/ روپئے 15 نومبر ۱۹۷۰ء سے پیشتر ہی ارسال کرنے کی کرپا کریں۔ تاکہ اُن کی یہ رقم بروقت مل جاوے اور ہمیں خواہ مخواہ وی۔ پی نہ کرنا پڑے۔

(3) سالنامہ اُپاسنا انک نہایت باقاعدگی کے ساتھ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کو شائع ہو جائے گا۔ اس لئے پتہ تبدیلی کی اطلاع ہمارے پاس 15 دسمبر ۱۹۷۰ء تک ضرور بھیجدینی چاہیئے۔ اور اپنے ڈاکخانہ کو بھی نئے پتہ سے آگاہ کر دینا چاہیئے۔ تاکہ پرچہ گم نہ ہو۔

(4) سالنامہ اُپاسنا انک کے نہ پہنچنے کی اطلاع 5 جنوری ۱۹۷۱ء کے بعد اور دس جنوری کے اندر ضرور دینی چاہیئے۔ تاکہ ہم محکمہ ڈاکخانہ کو تحقیقات کے لئے لکھ سکیں۔

(5) پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء کے بعد اُپاسنا انک نہ پہنچنے کی شکایت پر تعمیل نہیں ہوگی۔

(6) تاریخ مقررہ کے اندر شکایت ملنے پر دوبارہ پرچہ بلا قیمت یعنی مفت بذریعہ رجسٹری ارسال ہوگا۔ صرف ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔

"منیجر"

اوم

پُنیہ کارِیہ

"اوم پریمی اپنے مِتروں دوستوں اور تعلقداروں کو اوم کا خریدار بننے کی پریرنا کریں"

کسی کو نیکی کے راستہ پر لگانا بھی ایک بڑا پُنیہ ہے

یہ دُنیا خیال کا ہی کھیل ہے۔ نیک خیال رکھنے والوں کے لئے یہی سنسار سورگ کی مانند ہو جاتا ہے اور بُرے خیالات والوں کیلئے نرک بن جاتا ہے۔ کسی کو نیک خیال کی طرف راغب کرنا بہشت کا دروازہ دکھلانے کے مصداق ہے۔ انسان کے اندر ہر طرح کی طاقتیں مخفی ہیں اور وہ کوئی لکڑی کی طرح جڑ پدارتھ نہیں کہ جیسے دریا جدھر چاہے بہا کر لے جائے۔ بلکہ وہ دریا کی موجوں کو اپنے بس میں کر کے جدھر چاہے اپنا راستہ نکال سکتا ہے ضرورت صرف یہ ہے کہ اُسے یہ خیال دیا جائے۔ اسلئے اُتساہ، دلیری اور بشاشت کی رُوح پھونکنے والا لٹریچر کسی کو مہیّا کرنا یا حاصل کرنے کی طرف راغب کرنا۔ اُس پر ایک بڑا اُپکار ہے۔ اور یہ اُپکار کا کام ہمارے ناظرین میں سے ہر ایک شخص کو کرنا چاہئے۔

سالنامہ "اُپاسنا انک" میں

جو مضامین درج کئے جا رہے ہیں وہ گرتوں کو اُٹھانے، ڈوبتوں کو بچانے اور مایوس و شکست خوردہ لوگوں کو آشا وادی بنانے اور انہیں حوصلہ دیکر نئے سرے سے میدان عمل میں کھڑا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ آپ کو ان کے مطالعہ سے پتہ لگے گا کہ کس طرح مہاپرشوں نے اپنے آدرش پر پہنچنے کے لئے دُنیا بھر کی مصائب کو خوش آمدید کہا اور ہر ایک مصیبت کو مردانہ وار لاوندتے ہوئے اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ اُپاسنا انک میں مہاپرشوں کی جیونیوں کے علاوہ دھارمک ڈرامے اور رُوحانی افسانے بھی شائع ہو رہے ہیں۔"

اُپاسنا انک کا مکمل تعارف ہم اپنے ناظرین کو اگلے پرچہ میں کرائینگے۔

(ایڈیٹر)

چندہ ختم ہونے کی اطلاع

از دفتر رسالہ ادم۔ اجمیری گیٹ دہلی۔6 مکان نمبر 4062

شری مان جی۔ نمسکار۔

آپ کی سیوا میں نویدن ہے کہ آپ کی میعادِ خریداری اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو رہی ہے۔ اسلئے آپ کرپا کر کے اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں۔ تاکہ اگلا پرچہ آپ کو وی پی بھیجنے کی ضرورت نہ پڑے۔ وی پی پر خواہ مخواہ ایک روپیہ کا زائد خرچ آجاتا ہے +

اگر کسی وجہ سے آئندہ سال کی خریداری منظور نہ ہو تو بذریعہ کارڈ ہمیں جلد از جلد مطلع کر دیں۔ تاکہ وی پی نہ کرایا جاوے۔ جسکے لئے ہم آپکے مشکور ہونگے۔

آپ کا شبھ چنتک

منیجر رسالہ ادم دہلی۔6

(اوم)

"دھرم پہ تن من نثار کردے"

اگر ہے جیون کی تجھکو خواہش دھرم پہ تن من نثار کردے
مثالِ تخم اپنی کھو کے ہستی جہاں کو رشکِ بہار کردے

تجھے امارت کی گر طلب ہے کُٹا دے دولت تو یکسوؤں میں
مثالِ دریا جو پائے دیدے ملیگا مت انتظار کردے

خودی میں نقصان ہے سراسر جو فائدہ ہے تو بے خودی میں
خدا سے ہی مانگ ناخدا بن کے تیرے بیڑے کو پار کردے

یہ مانا ہے سخت آزمائش بچھا ہے مایا کا جال ہر سُو
تو وید کا پڑھکے اسم اعظم طلسم یہ تار تار کردے

ہٹایا چاہے جو دردِ دُنیا تو صورتِ دردِ بن سراپا
کسی کے پاؤں میں خار ٹوٹے تو تیرا سینا فگار کردے

مثالِ بلبل نہ رو جہاں میں تو گُل کی مانند خندہ زن ہو
کھِل اور باغ خزاں رسیدہ کو سرسبز لالہ زار کردے

کشاکشِ زندگی سے بچکر کبھی تو خلوت نشیں ہُوا کر
ہے اُس میں قدرت کہ بوند پانی کو گوہرِ آبدار کردے

لباسِ ہستی کو اپنے ناداں تو رنگِ عشقِ خدا میں رنگ دے
مگر خبردار داغِ عصیاں نہ پھر اسے داغ دار کردے

ستم سہے جا کرم کئے جا یہی تھا طرزِ عمل رشی کا
اسی پہ عامل پریم تو ہو کہ حق تجھے کامگار کردے

یعنی برہم ستیم جگت متھیا

(پاپ کرم)

ضروری نویدن :- منی آرڈر بھیجتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔
اگر آپ نئے خریدار ہیں تو کوپن پر ضرور لکھیں کہ میں نیا خریدار ہوں۔ (منیجر)

کہتی ہے خلق خدا ہم کو غائبانہ کیا

(رسالہ اوم کے متعلق چند معزز ہستیوں کی رائے)

اشوک نگر ویلفیئر ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) اشوک نگر نئی دہلی کے پردھان شری راجہ رام آریہ تحریر فرماتے ہیں۔

پرم آدرنیہ گرہستی سنت شری گورکھ ناتھ نندہ سمپادک رسالہ اوم، جو کہ اپنے دیش میں عرصہ 37 سال سے روحانیت کا پرچار نسوارتھ بھاو سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ دلی بدھائی دیتا ہوں اور اُنکی اگامی سپھلتا کیلئے بھگوان سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ وہ اس بھاو سے روحانی سیوا کرتے ہوئے اگرسر رہیں۔ یہی اُنکی سچی بھگتی ہے۔

مجھے اس رسالہ کے پڑھنے کا کئی ورشوں سے سوبھاگیہ رہا ہے۔ میں اُن کے جذبہ دیش بھگتی۔ دھرم پریم اور ہندو دھرم کی سیوا سے بھرے ہوئے جذبات کی تہ دل سے قدر کرتا ہوں۔ اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی ہندو دھرم سبھائیں گیتا پرچارنی سوسائیٹی اتھوا انیہ دھارمک سبھاؤں سے پُرزور انوروزھ اور نویدن کرونگا کہ وہ اپنی سبھاؤں کیلئے رسالہ ہذا کے مستقل خریدار بنا کر دھرم پریم کا پرچار کر کے اپنے پرچار کی پورتی کریں۔

رسالہ اوم اُردو اور رسالہ کلیان ہندی سے جاتی اور دیش کا جتنا کلیان ہو سکتا ہے۔ اور کسی بھی دھرم پرچار سبھا سے اُتنا نہ ہو سکیگا۔ اس لئے میں رسالہ اوم کے آنریری سرکولیشن منیجر شری موہن لال مستانہ کو بھی پریرنا کرونگا کہ جس جوش اور اُتساہ سے یہ ہندو جاتی اور دھرم کی سیوا کر رہے ہیں۔ وہ کرتے جاویں بھگوان اُن پر کرپا کر کے اُنکی جیون یاترا سپھل کرینگے۔ گئو براہمن۔ دھرم پریم اور دیش بھگتی کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ اور جنتا و جاتی کی دُعائیں لیں۔ میری شبھ کامنائیں ہر وقت اُنکے ساتھ ہیں۔ (دستخط) راجہ رام آریہ سنستھاپک آریہ سماج برانچ اشوک نگر پردھان جن سنگھ منڈل اشوک نگر نئی دہلی ۱۸ مورخہ $17\frac{9}{70}$

از دفتر ورلڈ فیلوشپ آف ریلیجنس۔ 2/ لیڈی ہارڈنگ روڈ نئی دہلی ۱ مورخہ 5.8.70

پوجیہ پاد جین منی شری سوشیل منی جی مہاراج کی شبھ کامنائیں اوم کے لئے۔ ادھیاتمکتا کا وکاس اوم کے ادھار پر ہی ہو سکتا ہے۔ شری موہن لال جی مستانہ سے اوم ماسک پرتیاں پا کر من گد گد ہو گیا۔ میں اس پتر کی سپھلتا چاہتا ہوں۔ گھر گھر میں یہ پتر پہنچے اور اونکار کی دھونی کو گنجت کرے۔ میں مستانہ جی کے اُتساہ سے پربھاوت ہوں۔ مجھے اگر موہن لال جی جیسے اور دیوانے مل جائیں تو دھرم پرچار میں بہت بل ملے۔ دھرم سمیلن کا بھی یہی دھیہ ہے۔ کہ سبھی دھرم ایک ہیں۔ مت بھید غلط ہیں۔ دھرم کے نام پر بھید بھاو پیدا کرنا پربھو کی آشا کا اُلنگھن کرنا ہے۔

دھرم کے ماننے والے اگر ان ناستک شکتیوں کے سامنے سنگھٹن نہ ہو سکے تو اس سے سنسار میں دھارمکتا کو بڑی ہانی پہنچیگی۔

مجھے اوم ماسک پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ اس یگ میں ادھیاتمکتا کے پرسار میں سب سے اگرسر رہیگا۔ شبھ کامناؤں کے ساتھ

(دستخط)

شری لوک ویر سنگھ جی سدسیہ مہانگر پریشد دہلی کی آشیرباد۔ مورخہ 6.8.70

میرے علاقہ کے معزز ترین شخصیت شری موہن لال جی مستانہ کو سناتن جگت میں سبھی لوگ جانتے ہیں۔ ان کے کاموں سے میں ہمیشہ سپھورتی حاصل کرتا ہوں۔ دھارمک تہواروں اور سماجک کاموں میں سب سے آگے ہمیشہ دکھائی دینے والے شری مستانہ جی جب میرے پاس رسالہ اوم لیکر آتے ہیں تو میں اسے پڑھکر ہمیشہ سوچتا ہوں۔ کہ ہمارے دیش میں سبھی اخبار اس قسم کا پرچار کریں تو دیش کی سبھی سمسیاؤں کا حل کوئی مشکل نہ ہوگا۔ اور اگر میرے دیش واسی سبھی رسالہ اوم کو پڑھکر اس پر عمل کرنے لگیں تو بھی یہ بھارت پھر سے جگت گورو بن سکتا ہے۔

آدرنیہ شری گورکھ ناتھ نندہ کو ان کے اس 37 سالہ خدمات کیلئے میں انہیں تہ دل سے بدھائی دیتا ہوں اور ایشور سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ ان کے اس کام میں دن دگنی رات چوگنی ترقی بخشے۔ دستخط شری لوک ویر سنگھ سدسیہ مہانگر پریشد دہلی

از دفتر شری سناتن دھرم سبھا موتی نگر نئی دہلی۔ ۱۵۔ مورخہ $5\frac{3}{70}$

شری دلباغ رائے جی مگو جنرل سیکریٹری۔ تحریر فرماتے ہیں:۔ رسالہ اوم کو میں کئی سالوں سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں کسی بھی مذہب کے خلاف کبھی کچھ نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ ہر شخص کو پریم کی بھاونا سکھاتا ہے۔ شری گورکھ ناتھ نندہ جس لگن اور تپسیا سے عرصہ سینتیس ۳۷ سال سے اس رسالہ اوم کی گاڑی کو کھینچ رہے ہیں۔ ان کی اس انتھک بے لوث خدمت اور سناتن دھرمیوں میں ایکتا کے پرچار سے متاثر ہو کر سناتن دھرم جگت کے نوجوان سیوک شری موہن لال مستانہ ان سے بھی زیادہ لگن رکھتے ہیں کہ یہ رسالہ جو انتھک محنت سے تیار کیا جاتا ہے! جس میں ہندوستان بھر کے سبھی مہاپرشوں کے اچھے پایہ کے روحانیت افروز مضامین دیئے جاتے ہیں ان سے بھی سناتن دھرم اور روحانیت کے پرچاری سبھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

بھودیہ۔ دلباغ رائے مگو جنرل سیکریٹری سناتن دھرم سبھا موتی نگر، وائس پردھان کیندریہ سناتن دھرم سبھا رجسٹرڈ دہلی، وائس پردھان وشو ہندو پریشد علاقہ موتی نگر و ممبر آدرش بال بھارتی سناتن سکھشا سمتی موتی نگر نئی دہلی

از جواہر نگر موتی نگر کشمیر۔ 20.4.70 پوجیہ ایڈیٹر صاحب رسالہ اوم دہلی۔ نمسکار

بندہ گذشتہ دو سالوں سے رسالہ اوم کا مطالعہ کر رہا ہے۔ آپ نے اس رسالہ کو جاری کر کے کلجگ میں ایک پنیہ کاریہ کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا دھرم کے ساگر میں غوطہ زن ہونا ہے۔ اس سے ہر بھارتی خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت کا ہو لابھ اٹھا سکتا ہے میرے خیال میں ہندی نہ جاننے والوں کیلئے یہ رسالہ کلیان (ہندی) گورکھپور کے برابر ہے۔ ہر ایک اردو جاننے والے دھرم پریمی کو اس کا خریدار بن کر زندگی کو سپھل بنانا چاہیے۔

آپکا خیر اندیش شام لال خریدار اوم نمبر ۳۶۲۷ (کشمیر)

از گوڑہ سلاٹھیاں مورخہ 10.4.70

ہری اوم ۔ جے رام ۔ جے جے رام ۔ اوم نمہ شوائے ۔" شریمان نیجر صاحب رسالہ اوم دہلی ۔ رام اقبالہ ۔ رسالہ اوم کا مکتی انک اور اس کے بعد پرچہ مارچ اور اپریل پڑھکر طبیعت باغ باغ ہوگئی ۔ یہ رسالہ اگیانی لوگوں کو گیان سے ہمیشہ بھرپور کرتا رہے ۔ یہی ایشور سے پرارتھنا ہے ۔" لوِشن سنگھ سلاٹھیہ خریدار نمبر 2873

آپکا اوم جو ملک و قوم کی خدمت کررہا ہے ۔ وہ قابل داد ہے ۔ ملک بھر کے رسالوں میں اوم حق اور روحانیت کی تعلیم کا منبع ہے ۔ یہ تاریکیوں کو مٹانے کے لئے روشنی کا مینار ہے ۔ جس سے لاکھوں گمراہوں اور بھولے بھٹکوں کو راہ ملتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں ۔ (خلیق پڈھانوی)

آپکے رسالہ کی مجھے اس طرح انتظار رہتی ہے ۔ جیسے پیاسے کو پانی کی ۔ اسکے مضامین کو بار بار پڑھنے سے من کو شانتی ملتی ہے ۔ آجکل جبکہ دھرم کی طرف لوگوں کا رجحان بہت ہی کم ہے آپکی دھرم پرچارک سیوا سب سے اتم قومی سیوا ہے ۔
(راماصاحب) ملک راج چڈھا ۔"

رسالہ اوم فی الواقع جام عرفاں اور انسانیت کے معراج کا آئینہ دار ہے ۔ میں آٹھ نو سال سے اسکا مطالعہ کررہا ہوں اسکے مطالعہ نے مجھے حقیقی انسانیت اور سناتن دھرم کی فضیلت کے رموز سے واقف کردیا ہے ۔ میرے خیال میں آپ اور آپکے نیک کام موجودہ کلجگ دور میں انسانیت کی بہت بڑی خدمت کررہے ہیں ۔ اس اندھکار اور زر پرستی کے زمانہ میں وحدانیت اور انسانی اخلاق اور بلند کردار سے گری ہوئی جنتا کو مائل کرنا بہت بڑی جرأت مندی کا کام ہے ۔
امرناتھ بٹ S.I.Police باندی پور (کشمیر)

اس رسالہ کے بغیر میں اپنا جیون ادھورا سمجھتا ہوں ۔ آپ کا رسالہ انسانی جیون کے لئے نہایت مفید ہے ۔
(موہن لال گاجری)

میں نے اردو زبان میں ہزاروں رسالہ اور کتابیں پڑھی تھیں لیکن اس قسم کا بینظیر دلچسپ رسالہ آجتک نہیں دیکھا ۔ ایسے رسالہ کا ہر ہندو گھرانہ میں ہونا نہایت ضروری ہے ایسا رسالہ نکال کر آپ قوم اور ملک پر بڑا احسان کررہے ہیں ۔
(آر ۔ پی ۔ چب)

شریمان نندہ جی نمستے ۔ میں آپکا پرانا گاہک ہوں ۔ میں آپکے اس روحانی رسالہ کو بڑے پریم اور شردھا سے پڑھتا ہوں اس میں جتنا بھی لٹریچر ہوتا ہے وہ اعلیٰ پایہ اور بہترین اخلاقی نمونہ کا ہوتا ہے ۔ نیز میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ رسالہ اوم روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک ہے ۔
(بی ۔ آر ۔ شرما)

از نول گڑھ ۔ شریمان مانیہ پرم سنیہی ۔ جے سیتا رام ۔ بندہ عرصہ سے اوم کا ادھیئن کررہا ہے ۔ چنانچہ صحیح معنوں میں ایک روحانی غذا مل رہی ہے ۔ من کو شانتی اور بھگوت بھگتی اور مانو پریم ایک پرکار سے انمول رتن پراپت ہورہا ہے ۔
ہردیہ سے دھنیاواد ۔

از سلامتواری ! پوجیہ ایڈیٹر صاحب آدر پورک نمستے۔ رسالہ اوم موجودہ زمانہ میں ہندو دھرم کی جو ضرورت پوری کر رہا ہے۔ اُسکے لئے میری دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ موجودہ زمانہ میں ہندو دھرم تنزلی کی طرف جا رہا ہے۔ اس لئے رسالہ اوم موجودہ زمانہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ میں چونکہ تقریباً ۶۰ سال سے آپکے ہر رسالہ کو پڑھتا ہوں اور مجھے شانتی ملی ہے میں رسالہ اوم کی اشاعت بڑھانا اپنا کرتویہ سمجھتا ہوں۔

(موہن لال ٹیچر)

پڑھیں رسالہ اوم

از قلم شری کرشن چندر روی

پڑھیں رسالہ اوم یہ۔ اوگن سب مٹ جائیں
جپیں جو پیارا نام یہ۔ موکھش پدوی پائیں

ہر شے جگ کی اے روی۔ پربھو امانت جان
میری میری جو کرے۔ مورکھ ہے انسان

دھرتی تیرتھ وہ روی۔ جپیں جہاں پربھ نام۔
پاپوں سے من دور کر۔ کرم کریں نشکام

اوروں کی تو جان لے۔ اپنی مانگے خیر
سوچ روی من باؤرے۔ پربھ کا کس سے بیر

مرتے ہی مکھ ڈھانکیو۔ اوگن مجھ میں لاکھ
اور روی کچھ نہ کہے۔ آگ سے کریو راکھ

لاکھوں سورج چاند بھی۔ تارے گناں پچاس
جوت پربھو اس سے بڑی۔ لاکھ گنا پرکاش

کیچ سے اُپجت پھول کی۔ کانٹوں میں ہے واس۔
گند پرے گن سے روی۔ چھوٹت ہیں مکھ ناش

سندھیا سے من شانتی۔ کٹیں ہوں سے پاپ
چنتا دکھ بھاگیں روی۔ ہو جہاں اوم کا جاپ

نہی پربھ کی شکتیاں۔ سورج تارے چاند۔
دھرتی بادل بجلیاں۔ ساگر ندیاں باند

اک جنمے جاگ آ گئے۔ ایک چلے جگ چھوڑ ؛ جانا آنا لگ رہا۔ پربھ گھر کس کا زور ،،



دیوالی

(لوکناتھ دلؔ دہلی)

بخت جاگے ہیں پھر اماوس کے
سال کے بعد آئی دیوالی
کون پوچھے گا اب ستاروں کو
ہر نظر میں سمائی دیوالی

راحتیں جن کی روشنی میں ہیں
اُن چراغوں کو لائی دیوالی
ایک دُنیا ہے جگمگا اُٹھی
آ کے یوں جگمگائی دیوالی

(۳)

گھر غریبوں کے بھی ہوئے روشن
جبکہ محلوں میں آئی دیوالی
آنسوؤں نے ہیں بسترے باندھے
اس طرح مسکرائی دیوالی

(۴)

رام. راون کو جیت کر آئے
تو بھرت نے سجائی دیوالی
یاد تازہ وہ آج کرنے کو
سارے بھارت پہ چھائی دیوالی

(۵)

دیوتاؤں کی یہ مقدس رات
دیکھ لو بن کے آئی دیوالی
دولت اُس پہ فدا ہوئی اے دلؔ!
جس بشر نے منائی دیوالی

اوم اوم

مریادا پرشوتم بھگوان رام

(از شری جگن ناتھ پربھاکر)

بھگوان رام کے پوتر جیون چرتر سے کون بھارتیہ ناواقف نہیں! بھارت ہی کیا سنسار میں کوئی پڑھا لکھا شخص ایسا نہ ہوگا جس نے مانو جاتی کے اتہاس میں آدرش مہا پرشوں، شورویروں اور حکمرانوں میں شری رام چندر کی مہما اور بزرگی کو سب سے افضل نہ پایا ہو۔ رام چندر کے چرتر نے انسان کو بھگوان کے درجہ پر پہنچا دیا تھا۔ دُنیا بھر کی تاریخ آج تک رام چندر سا ہر دلعزیز انسان پیش نہیں کر سکی۔ یُگ بدل گئے، صدیاں بیت گئیں، انقلابوں کے طوفان اُٹھے، دنیا کے نقشے نے کئی تصویریں اختیار کیں۔ قومیں بنیں اور بگڑیں۔ کئی تہذیبیں پیدا ہوئیں اور ہمیشہ کے لئے مٹ گئیں مگر مانو جاتی کے اتہاس کے ہر ورق پر رام کی کہانی بدستور نقش ہے۔ بھارت بھومی کے ذرہ ذرہ میں اُنکے چرتر سمائے ہوئے ہیں۔ اُنکا نام ہر ہندوستانی جاتی میں نت نئی زندگی، سپورتی اور شکتی بھر دیتا ہے۔ رام کا چرتر انسانیت اور دھرم کی مکمل تشریح ہے۔

آج ہم انہیں مریادا پرشوتم رام کے جیون پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم اُنکے جیون پر کیا روشنی ڈالیں گے اُنکا جیون چرتر تو خود بخود آفتاب عالم تاب کی طرح سارے جگت میں جگمگا رہا ہے۔ انکے جیون کی ایک ایک گھٹنا انسانی زندگی کے قدم قدم پر مشعلِ راہ بنی ہوتی ہے۔ لہٰذا انکے جیون پر ہمارا روشنی ڈالنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ پھر بھی شردھا کے بس میں ہو کر اظہار عقیدت سے یہ جرأت کرتے ہیں۔ اسلئے کہ اُنکے چرتر کو جانتے ہوئے بھی بہت سے لوگ۔ اس کے صحیح مفہوم اور رہسیہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ جتنا بھی انکے چرتر پر منن وچار کیا جاتا ہے۔ اُتنے ہی نئے رہسیہ کھُلتے ہیں۔ نئے زمانہ کی نئی نئی تحقیقات کئی ایسی باتوں سے تاریک پردے اُٹھائے جا رہے ہیں جن کے متعلق پہلے ہم غلط فہمیوں میں شکار ہو جاتے تھے۔ یا جنہیں ناممکنات میں شامل کر دیتے تھے۔ آج تک ہم رام کے چرتر میں دھرم ہی کی جیوتی کے درشن کرتے آ رہے ہیں۔ رامائن میں رام بھگتی، مریادا دھرم کی ستھاپنا کی داستان ہی بیان ہوتی ہے۔ رامائن کو کبھی ایک سیاسی شاہکار تصور نہیں کیا گیا۔ بلکہ سیاست اور سائنس کے یُگ میں بعض لوگ رامائن کی کہی باتوں کو محض کلپنا، غیر سیاسی اور غیر سائنٹفک سمجھتے ہیں۔ لیکن رام چرتر یا رامائن کا جب شُدھ من اور گہری توجہ سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رامائن سراپا ایک بلند سیاست اور بلند ترین سائنٹفک واقعات کی جگمگاتی ہوئی روئداد ہے۔

بھگوان رام کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات یہ ہیں۔ مہرشی وشوامتر کے یگیہ کی رکشا، سیتا سوئمبر، بن باس، رام راون یدھ یا لنکا پر فتح اور ان سب واقعات کا آخری نتیجہ رام راجیہ کی ستھاپنا۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی راجیہ کی ستھاپنا کسی طرز حکومت یا بعض خاص لائنوں اور سدھانتوں پر سلطنت کا قائم کرنا ایک سیاسی واقعہ نہیں تو اور کیا ہے؟ رامائن اور دیگر دھرم گرنتھوں میں رام چندر کے اوتار کی غرض و غائت اور اُددیشیہ دھرم کی ستھاپنا بتایا گیا ہے۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو رام راجیہ کی ستھاپنا ہی کا دوسرا نام دھرم کی ستھاپنا ہے۔ دراصل رام کے زمانے اور ہمارے دھرم شاستروں میں سیاست یا راج نیتی کو دھرم سے الگ نہیں رکھا گیا۔ دھرم اور سیاست کے درمیان کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا گیا۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں شاستروں میں کسی ایسی سیاست

کو تسلیم نہیں کیا گیا جس سے دھرم خارج کر دیا گیا ہو۔ دہرم کے انوسار اور دھرم کی بنیادوں پر قائم کی گئی شاسن پرنالی اور سلطنت چلانے کی نیتی ہی کو راج نیتی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور پھر شاستروں میں راج نیتی کو راج نیتی کے نام سے یاد کرنے کی بجائے کشاتر دھرم یا راج دھرم ہی کے نام سے بالخصوص یاد کیا گیا ہے۔ سے ظاہر ہے کہ اس زمانے اور ہمارے شاستروں میں راج نیتی کو دھرم ہی کا ایک ضروری جُز مانا گیا ہے۔ دہرم سے الگ اسکی کوئی حقیقت نہیں سمجھی گئی۔ اسی لئے آج جب کہ سیاست کو دھرم سے بالکل الگ تھلک مانا جا رہا ہے یہ غلط فہمی پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ کہ راماین ایک بالکل دھرم گرنتھ ہے۔ رام کا اوتار دھرم کی ستھاپنا کے لئے ہوا تھا۔ سیاسیات سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ اور بلکہ انکی زندگی میں سیاسیات کو کوئی دخل نہ تھا۔ یا اس زمانے میں سیاسیات کو کوئی کمال حاصل نہ تھا۔ اور یہ کہ لوگ سیاست سے بے بہرہ سے تھے۔ علاوہ اسکے چونکہ دھرم کے پردھان لکشن ستیہ، اہنسا اور نیائے مانے گئے ہیں۔ اور پراچین راج نیتی یعنی کشاتر دھرم بھی انہی بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا۔ اور آج کی راج نیتی یعنی سیاست کو ستیہ، اہنسا اور نیائے سے کوئی سروکار نہیں۔ اسلئے بھی آج کے سیاستداں کے نزدیک رام کی دھرم ستھاپنا ہی میں صرف ہوئی تھی، بلند سیاست کی بات مضمر نہیں ہے لیکن ہماری رائے میں ایسا سمجھنا ایک پرلے درجہ کی جہالت اور حقیقت سے چشم پوشی ہے۔ درحقیقت رام راجیہ کی ستھاپنا بلند ترین سیاست کا ایک ایسا زبردست معرکہ تھا کہ جسکی مثال نہیں ملتی اور رام چندر کے وشوامتر کے یگیہ کی رکشا کرنا، بن باس اور رام اور سیتا کا بیاہ وغیرہ واقعات میں سیاست کا وہ کمال پایا جاتا ہے کہ اسکے سامنے آج کی اتنی بڑی ترقی یافتہ سیاست ہیچ نظر آتی ہے۔ واقعات سے ظاہر ہے کہ آج کی سیاست جسے دھرم (ستیہ، اہنسا، اور نیائے) سے کوئی سروکار نہیں۔ دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے اس وقت تک بُری طرح ناکام رہی ہے۔ اور اگر سیاست کی یہی روش رہی تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے پیشینگوئی کرتے ہیں۔ کہ آئیندہ بھی یہ سیاست امن قائم کرنے میں خطرناک طور پر ناکام رہے گی اور یقینی طور پر عالمگیر تباہی کا موجب ہوگی۔ جہاں تک کہ یہ سیاست انسانی نسل کے لئے زہر قاتل بن کے رہیگی۔ لیکن اسکے برعکس رام کی سیاست نہایت پُرآشوب دور ــ لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت کے قیامت خیز دور میں شانتی، امن و راحت کا ایک ایسا زبردست سامراجیہ قائم کرنے میں کامیاب رہی کہ اس زمانہ کو آج سُنہری زمانہ GOLDEN AGE کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ رام چندر کا قائم کیا ہوا امن صدیوں تک قائم رہا۔

رام راجیہ بھگوان رام یا ہندو شاستروں کی راج نیتی (سیاست) کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے رام راجیہ کا مفہوم سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ رام راجیہ پراچین ہندو سیاست کی صحیح تصویر یا معنی و مفہوم پیش کرتا ہے۔ رام راجیہ کے متعلق اکثر لوگ بے حد غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کچھ لوگ جو کمیونزم کے سے خیالات رکھتے ہیں۔ رام راجیہ کو ایک ایسی سلطنت سمجھتے ہیں جسکی باگ ڈور مطلق العنان بادشاہ رام کے ہاتھ میں تھی۔ جو رعایا کے سامنے جواب دہ نہیں تھا۔ رام راجیہ آجکل کے تمام سیاسی ازموں یا تنتروں ــ شہنشاہیت امپیریلزم، ڈیموکریسی (پرجا تنتر) سوشلزم، کمیونزم وغیرہ سب سے بلند اور بالاتر تھا۔ آپ پوچھیں گے کہ پھر رام راجیہ ــ تھا کیا؟ رام راجیہ ایک شہنشاہیت تھا۔ جس میں ایسے راجہ یا شہنشاہ ہی کو برسر اقتدار آنے کا موقعہ مل سکتا تھا۔ جو کیریکٹر کے لحاظ سے اپنے آپ کو بلند ثابت کرتا تاکہ رعایا اُسے ایک دیوتا یا فرشتہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ وہ ایک ایسی کامیابی ڈیموکریسی تھا کہ جو آج کی ڈیموکریسی کے ایسے تمام نقائص سے بالاتر تھا۔ جو روپیہ یا دیگر قسم کے لوبھ لالچ یا پارٹی بازی

کے جذبہ سے ووٹ خریدنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے عموماً سرمایہ پرستوں کو اقتدار حاصل رہتا ہے۔ غریبوں کی رائے اور خواہش دبی کی دبی رہ جاتی ہے۔

رام راجیہ ایک بے مثال سوشلزم اور کمیونزم تھا۔ کہ جسمیں روپیہ کا کوئی جھگڑا نہیں پیدا ہوتا تھا۔ جسمیں سرمایہ دار اور مزدور کے سنگھرش کا امکان نہ رہتا تھا۔ سب کی ضروریات خوش اسلوبی سے پوری ہوتی تھیں اور کوئی طبقہ یا مزدور کسان اپنے فرائض سے پہلو تہی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اپنے اپنے کام میں خوشی، راحت اور قلبی تسکین پاتا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رام راجیہ میں ایسا جادو کہاں سے آگیا تھا۔

ہماری رائے میں رام راجیہ کو رام راجیہ محض اسلئے نہیں کہا جاتا۔ یا کہا جانا چاہئے۔ کہ اس راجیہ کے ستھاپت کرنے والے شری رام چندر جی تھے۔ کیونکہ رام راجیہ ایسا طرز حکومت نہ تھا۔ جس کا مختار کل اور مالک کوئی واحد شخص تھا۔ اور جس میں راجہ کو من مانی کرنے کا پورا اختیار تھا۔ رام کے معنی ہیں سب جگہ اور سب میں رما ہوا۔ ذرہ ذرہ میں سمایا ہوا۔ رام راجیہ کے معنی ہیں۔ اُس کا راجیہ یا حکومت جو سب جگہ رما ہوا اور سمایا ہوا ہے۔ رام راجیہ کے معنی اُس سرویاپی چیتن شکتی کا راجیہ ہے۔ جو سراپا شیو اور سُندر ہے نیکی اور سچائی ہے ست چت اور آنند ہے۔ اسی ایک ستیہ کو کوئی ایشور، کوئی برہم اور آتما یا رُوح کہتا ہے۔ اور رام راجیہ کسی فرد واحد، کسی سیاسی پارٹی یا کسی سیاسی ازم کا راجیہ نہیں تھا بلکہ ایشوری راجیہ یا آتما کا راجیہ تھا۔ جو امیر غریب چھوٹے بڑے، انسان، حیوان غرضیکہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں ایک رنگ، ایک رس، اور یکسانیت کے ساتھ سرویاپک ہے۔ رام راجیہ ایک ایسا راجیہ (طرز حکومت) تھا جس میں کسی ایک فرد، کسی ایک یا بہت سی پارٹیوں کی خود غرضی، سوارتھ یا مطلب پرستی کو دخل نہیں تھا۔ بلکہ ایک وشو بھاونا۔ ایک عالمگیر وحدت کا جذبہ، لازوال حقیقت اور سرودیاپی آتما کا اٹل ودھان یعنی قانون کارفرما تھا۔ آپ حیران ہونگے۔ کہ ہم سیاست کی باتیں کرتے کرتے ویدانت کی باتیں کرنے لگ گئے ہیں جس کا سیاست سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ آپ کی حیرت بجا بھی لیکن ہم آپ کو پھر یاد دلاتے ہیں۔ کہ ہم ایک ایسی سچی اور حقیقی سیاست راج دھرم اور رام راجیہ کی وضاحت کر رہے ہیں۔ جو صحیح معنوں میں سارے وشو میں امن راحت۔ محبت اور آشتی کی فضا پیدا کر سکتا ہے جو تمام طرح کے جھگڑوں سے متنفس سماج کو پاک کرنے کا معجزہ رکھتا ہے۔

اسی رام راجیہ کی ستھاپنا کے لئے شری رامچندر جی نے دُنیا بھر کی مصیبتیں اپنے اوپر جھیلیں۔ ایسے ہی راجیہ کی ستھاپنا کے معنی دھرم کی ستھاپنا تھا۔ جو رام کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ اسی مقصد کی تکمیل کی بدولت ہی آج رام بھگوان کے سنگھاسن پر براجمان ہیں۔ رام راجیہ کی اہمیت کے سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ اُس وقت کے حالات پر کچھ غور کیا جائے جنکے پیش نظر دھرم کی ستھاپنا کی ضرورت پڑی۔ اُن دنوں بھارت ورش میں دو زبردست وچار دھاراؤں میں سنگھرش جاری تھا۔ جس پر نہ صرف اُس وقت کے بھارت کی قسمت کا مسئلہ وابستہ تھا۔ بلکہ اس وقت کی اور آنے والی انسانی نسل کی اخلاقی تعمیر اور حقیقی امن و آشتی کی بنیادیں قائم کرنے کا سوال تھا۔ اُن میں سے ایک وچار دھارا کے علمبردار اس زمانے کے وششٹ وشوامتر وغیرہ رشی اور جنک سے راجا تھے۔ اور اس وچار دھارا کی حفاظت کا بیڑا اٹھانے والے شری رام تھے۔ دُوسری وچار دھارا کا علمبردار تھا راون۔ رویندر ناتھ ٹھاکر (ٹیگور) کے خیالات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرما گئے ہیں۔ کہ رام اور راون کی لڑائی وشنو سمپردائے۔ دو مختلف وچار دھاروں کے درمیان کشاکش تھی۔ ہم اس نکتہ

خیال کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم اِن دو مختلف وچار دھاراؤں کو وشنو مت اور شیومت کا نام دینے کے بجائے روحانیت آتم واد اور اناتم واد کے نام سے یاد کرنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں وچار دھاراؤں میں ایک زبردست بنیادی اختلاف ہے۔

روحانیت، آتم واد، ویدانت اس حقیقت کی علمبردار ہے کہ موجودات عالم و سرشٹی میں جو کچھ بھی ہے آتما ہی آتما ہے۔ آتما کے سوا کسی دوسری چیز کا کوئی وجود نہیں ہے۔ آتما یا پرماتما ہی واحد ایک ستّا ہے جس سے یہ سرشٹی پیدا اور جس میں فنا ہوتی ہے۔ ہر رنگ میں اس سروویاپی ستّا کا جلوہ ہے۔ نہیں نہیں ہمہ جا خود وہی ذات واحد جلوہ گر ہے۔ شکل و صورت، رنگ و روپ، جنس و نسل وغیرہ یہ ظاہری بھید اختلافات محض نظر کا دھوکہ ہے۔ اگیان کا کرشمہ ہے۔ مایا کا پرپنچ ہے۔ درحقیقت کہیں بھی اختلاف، کہیں بھی مغایرت نہیں، کہیں بھی دوئی نہیں۔ ہر جگہ وحدت، یگانگت اور ایکتو آغوش کشا ہے۔ سچا آتم وادی ویدانتی اور روحانیت کا دلدادہ دنیا کی ہر شے ہر مخلوق میں اپنی ہی ذات یعنی آتما کا جلوہ دیکھتا ہے۔ اپنے آپ سے جدا کسی کو نہیں مانتا۔ اسلئے اسکو دنیا کی کسی بھی شے کسی بھی خوفناک سے خوفناک خونخوار جانور سے بھے نہیں ہوتا۔ کیونکہ انہیں وہ اپنا ہی روپ یا آتما سروپ ہی سمجھتا ہے۔ خوف لڑائی، جھگڑا بھے اور دشمنی کا احساس تو تب ہو جب اپنی ذات یا آتما کے سوا دنیا میں دوسری کسی ہستی کا کہیں وجود تسلیم کیا جائے۔ یہ نظر سنسار کو سراپا سکھ، شانتی، امن و محبت اور بے خوفی کی لازوال نعمتیں بخشتا ہے۔ اس مہا منتر اس عدیم النظیر عقیدے کے محافظ بھگوان رام تھے۔ اسی عقیدے، اسی آتم واد اور محبت کا سامراجیہ ستھاپت کرنا چاہتے تھے اور اس پرم پوتر آتم واد یا برہم منتر کی جب انہوں نے ستھاپنا کر دی تو اس کا نام رام راجیہ ہوا۔

اس کے برعکس۔ مادہ پرستی مادی سائنس ہی کا دوسرا نام ہے جس کا آج سنسار بھر میں بول بالا ہے۔ مادہ پرستی، مادی سائنس یا اناتم واد کے نزدیک آتما کوئی چیز نہیں۔ مادہ پرستی، یا مادی سائنس پر جتنا زیادہ کسی کا ایمان ہے۔ اتنی ہی زیادہ خودی انانیت، اہنکار اور غرور اس میں ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہستی کو دنیا کی دوسری ہستیوں اور پدارتھوں سے جدا مان کر انکو اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے سے بھاری بھرکم، اپنے سے طاقتور سے خوف کھاتا ہے۔ اور ان سے بچنے کے لئے ان کو ختم کرنے کے مواقع ڈھونڈتا اور ہر طریقے سوچتا رہتا ہے۔ وہ اس جیون کو یگیہ نہیں سمجھتا بلکہ زندہ رہنے کی لڑائی، تنازعہ مانتا ہے وہ کہتا ہے سنسار میں یہ ایک ناقابل انکار سچائی ہے۔ کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھاتی ہے۔ طاقتور کمزور کو دباتا ہے۔ اور دبانا ہی چاہئے کیونکہ زندہ رہنے کیلئے یہ جائز ہے سب کے لئے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ بڑا اپنے سے چھوٹے جانوروں کو اور وہ چھوٹے جانور اپنے سے چھوٹے جانوروں کو کھا جاتے ہیں، مادہ پرست یا مادی سائنس کے ماننے والا سدا اسی قسم کے اندیشوں اور خوفوں میں مبتلا رہتا ہے۔ جوں جوں وہ سائنس اور مادہ پرستی میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسکے خوف دن دگنے اور رات چوگنے بڑھتے جاتے ہیں ساری دنیا اسے دشمن نظر آتی ہے۔ وہ اپنے سایہ سے گھبراتا اور خوف کھاتا ہے دنیا میں اسے اپنا کوئی نظر نہیں آتا۔ قدم قدم پر اسکے لئے مصائب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ محض کہنے ہی کی بات نہیں بلکہ ایک چمکتی ہوئی حقیقت ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آجکل کی مادہ پرست سائنس کی دلدادہ دنیا ہی کی حالت کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ یہ سب باتیں تو اپکی آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں۔ آج کوئی بھی دیش کوئی بھی قوم ایک دوسرے پر وشواش نہیں کرتی سائنس نے جتنی ترقی کی ہے۔ اتنے ہی اندیشے اور خوف انسان کے دامن گیر ہو گئے ہیں۔ تیر سے بچنے کے لئے کبھی انسان نے بندوق ایجاد کی ہوگی اور بندوق سے بچنے کیلئے توپ وغیرہ مگر

آج کی سائنس نے ہلاکت کے زبردست سے زبردست ہتھیار بنا دیئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا بھر کے ملک جان کی سلامتی کے لئے اوپر سے شانتی شانتی کا غلغلہ اُٹھاتے ہیں اور اندر ہی اندر ایک دوسرے کے خوف کے مارے حملے کی تیاریاں اور ہتھیاروں کے بنانے میں مصروف ہیں۔ اس وقت سائنس کے عروج و کمال کا عطیہ ایٹم بم ہے۔ جس نے جاپان کو دم زدن میں ٹھکانے لگا دیا۔ اور دُنیا بھر میں خوف کا زلزلہ ڈال دیا۔ سنسار آج ایٹم بم کے خوف کے مارے مرا جاتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ خوفناک ہتھیار ایجاد کرنے کی دُھن میں پاگل ہوا جاتا ہے۔ کوئی ملک کوئی قوم اپنے آپکو خطرے سے خالی نہیں سمجھتی۔ دماغوں پر جنگ خوفناک جنگ، قیامت خیز جنگ کا بھوت سوار دُنیا برباد ہو جائے گی۔ انسانی نسل کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ یہ سب اندیشے آج انسان کو پریشان کئے دیتے ہیں۔

یہ ہے ایک ادنیٰ سا کرشمہ مادہ پرستی کا اس مادی سائنس کی ترقی کا۔ اس اناتم واد کا جسکا زبردست علمبردار تھا۔ راون لنکا پتی اسکی چھتر چھایا میں مادی سائنس کو عروج و کمال حاصل تھا۔ اور سائنس کے اس کمال نے راون کو غرور تکبر کے آسمانوں پر چڑھا رکھا تھا۔ وہ ایشور پرماتما یا آتما کی ہستی کو کیوں ماننے لگا تھا۔ سائنس کے ذریعے اس نے جل اگنی، وایو وغیرہ سب دیوتاؤں کو مٹھی میں کر رکھا تھا۔ یعنی وہ قدرت کے ان بے بیاں طاقت کے حامل عناصر سے سائنس کے زور پر ملازموں کے سے کام لے رہا تھا۔ میں دیوتا اس کے لئے بجلی پیدا کر کے اسے پنکھا کرتا تھا۔ رسوئی میں کھانا پکاتا اور نہ جانے کیا کیا کام کرتا تھا۔ اگنی دیوتا اسکے لئے اسٹیم تیار کر کے نہ جانے کتنے کارخانے، اور سمندر میں سٹیمر چلانے کی خدمات سرانجام دیتا تھا۔ راون کا پشپک ومان تو ایک تاریخی سُندر ایجاد ہے کوئی بھی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ پشپک ومان ایک ہوائی جہاز تھا۔ آج کے ترقی یافتہ ہوائی جہازوں پر بھی برتری حاصل تھی۔ کچھ عالموں کا خیال ہے کہ پشپک ومان کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ کلپنا یا قوت ارادہ کی لہروں سے چلنے لگتا تھا۔ اس میں بیٹھنے والا جس طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ پشپک ومان خود بخود اسی سمت میں روانہ ہو جاتا تھا۔ اسمیں لاکھوں اشخاص بیٹھ جانے پر بھی ایک سیٹ ہمیشہ خالی رہتی۔ لڑائی کے دوران میں راون اور اس کے شاہ زور بیٹے میگھ ناد کا آسمان میں اُڑ جانا۔ آسمان سے آگ برسانا اور دیگر کئی آفتیں نازل کر دینا کیا راون کے سائنس کے عروج و کمال کا ثبوت مہیا نہیں کرتا؟ سائنس کی اسی غیر معمولی طاقت کے زعم میں ہی راون سمجھتا تھا کہ دُنیا کی ہر چیز اسی کے بھوگ کے لئے بنی ہے۔ چنانچہ وہ ہر طرح کے بھوگ بھوگنے کے لئے دُنیا بھر کی چیزوں پر قبضہ کر لینے میں کوشاں رہتا تھا۔ قتل و غارت اور مار دھاڑ سے اسے ہرگز گریز نہ تھا جس طرح آج سائنس میں ترقی یافتہ ملکوں کی بھوک نہیں مٹتی۔ اور وہ اپنے آرام و آسائش کے لئے اچھی اچھی منڈیوں پر قبضہ کرنے کی خاطر لڑائیاں لڑتے ہیں۔ اسی طرح راون نے بھی دُنیا بھر کی دولت سمیٹ رکھی تھی۔ اس کی لنکا سونے کی لنکا کہلاتی تھی۔ کبیر جو سب سے بڑا امیر کبیر دیوتا گنا جاتا ہے اسکی سمپتی پر راون نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس کی دست برد سے سب نالاں تھے۔ اسے موت کا بھی کھٹکا نہ تھا۔ اس کو سائنس کا کمال لازوال زندگی کا یقین دلاتا تھا۔ اس لئے وہ بے خوف من مانیاں کرتا تھا۔

راون سنسار میں ایسا فیسی ازم۔ ڈکٹیٹر شپ قائم کرنا چاہتا تھا جسکی پُشت پر اناتم واد یعنی مادی سائنس کی ہلاکت آفریں اور قیامت برپا کرنے والی طاقت تھی۔

وشوامتر کے یگیہ کی سیاسی اہمیت

راون نے اپنی مادی سائینس کی طاقت کا زعم لے کر ہندوستان پر بھی چھانے کا ارادہ کرلیا۔ دکشن بھارت میں اس نے قدم جمانے شروع کر دیئے۔ ہر طرف اس کی فوج اور جاسوسوں کا جال بچھ گیا۔ انہیں دنوں آتم واد کے حامی رشی لوگ اپنے رشی کلوں کے برہمچاریوں کو لے کر دکشن بھارت میں جنگلوں کو کاٹ کاٹ کر زراعت کو فروغ دینے اور نئی بستیاں بنانے میں مصروف تھے۔ اور ان بستیوں میں وہ آتم واد کا جھنڈا لہرانا چاہتے تھے۔ راون کو یہ کب گوارا تھا۔ اسکے جاسوسوں اور سپاہ نے رشیوں کی اس مہم میں رکاوٹ پیدا کرنا شروع کر دی۔ اور سب سے پہلے ان دو جابر دھاراؤں کی مسلح ٹکر وشوامتر کے یگیہ کے سلسلے میں ہوئی۔

عام لوگ اور پڑھے لکھے اصحاب بھی وشوامتر کے یگیہ کو محض ایک دھارمک رسم ہی سے تعبیر کرتے ہیں جس سے سیاست کو دور کا بھی تعلق نہیں دکھائی پڑتا۔ لیکن ہماری رائے اس سے مختلف ہے۔ کیونکہ اگر مہرشی وشوامتر کے یگیہ کی اہمیت اور مقصد ایک بڑی ویدی بنا کر ہون کنڈ کے اندر چند من لکڑیاں ڈالکر اس میں بہت سے گھی اور سامگری کو سواہ کر دینا ہی ہوتا تو یقیناً اس سے راون جیسے لاثانی سیاست داں اور طاقتور حکمران کے خوف زدہ یا جھلا اٹھنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ اس قسم کی معمولی دھارمک رسم سے راون کا کچھ بگڑنے کا نہیں تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ وشوامتر جو کہ آتم واد کا زبردست حامی تھا۔ دکشن بھارت میں نئی بستیاں بنانے اور وہاں آریہ سبھیتا سنسکرتی اور آتم واد یا دھرم راجیہ کی ستھاپنا کی کوشش کر رہا تھا جن علاقے میں انہیں بستیاں بنانا ہوتا تھا وہاں یہ شبھ کاریہ ویدک ریتی کے انوسار یگیہ سے شروع ہوتا تھا۔ راون اس حقیقت کو سمجھتا تھا۔ اسلئے اسکے جاسوس اور سپاہی وشوامتر کے یگیہ کو یعنی بستیاں قائم کرنے کی مہم کو پے بہ پے ناکام بنا دیتے تھے۔ آخر وشوامتر نے اپنے اس یگیہ کی کامیابی کیلئے شری رام اور لکشمن کو چنا۔ کیوں؟ اس لئے کہ مہرشی وشسٹ۔ یوگ وشسٹ کے مصنف نے اس مقصد کے لئے رام چندر کو برہم ودیا کی تعلیم دے کر پوری طرح تیار کر رکھا تھا۔ مہرشی وشسٹ نے رام چندر کے اندر آتم واد کی سپرٹ اس درجہ تک بھر دی تھی کہ رام چندر سراپا آتم واد یا برہم ودیا بن چکے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں آتما کے راجیہ یا دھرم کی ستھاپنا کے قابل تھے۔ اسکے ساتھ ساتھ انہیں فنون جنگ میں طاق کر دیا تھا۔ اور یہی باعث تھی کہ وشوامتر نے انکال دی تھی یعنی جب وہ رام اور لکشمن کو ایودھیا سے لائے تو انہوں نے رام کو جنگ کے اور بھی کرتب سکھائے۔ خیر رام اور لکشمن نے وشوامتر کے یگیہ کو کامیاب کیا۔ رکاوٹ ڈالنے والے راکششوں (راون کی سپاہ) کو خونریز لڑائی کے بعد وہاں سے بھگا دیا۔ وشوامتر نے اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رام سے جنک (جو اسی آتم واد کے زبردست حامی تھے) کی لڑکی سیتا کا بیاہ کرا دیا۔ اسی طرح انہوں نے راون کے تباہ کن سیلاب کو روکنے کیلئے آتم واد کی حامی زبردست طاقتوں کا باہم ملاپ کرا دیا اور ایودھیا سے لے کر بہار تک کے بیچ کے علاقے کو راون کی دست برد سے بچا کر دونوں سلطنتوں کے درمیان آمد و رفت اور رسل اور رسائل کا راستہ بھی بے خطر بنا دیا۔ کیا وشوامتر کے ایما پر رام کا یہ معرکہ دنیا کے کسی سیاسی معرکہ سے کم ہے۔ راون وشوامتر کی اس سیاسی چال سے واقف تھا۔ اور اس نے سیتا کے رام سے بیاہے جانے میں بھی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔"

رام اور راون یدھ

رام کو بن باس ملا۔ راون کی پانچوں گھی میں سر کراہے میں ہوگیا۔ اس نے سمجھا کہ جس بڑی طاقت ور رام سے شاہ زور کا اس کو خطرہ تھا وہ ٹل گیا۔ رام راجا سے رنک ہو گئے۔ اسکی قسمت پلٹ گئی۔ اس خیال میں راون رام سے غافل ہوگیا۔ ایودھیا سے بھی کوئی خطرہ نظر نہیں آتا تھا۔ قدرتی طور پر اسکی جنگی تیاریوں میں شتھلتا آگئی۔ یہی غفلت اسکی شکست کا باعث ہوئی۔ وہ آخری دم تک رام کی طاقت کا صحیح موازنہ نہ کرسکا۔ وہ رام کو بے سروسامان بن باسی ہی سمجھتا رہا۔ رام نے اس کے خلاف اتنی زبردست طاقت بنالی ہے۔ یہ اس کے خواب میں نہ آسکا لیکن رام بن باس میں بھی غافل نہیں رہے۔ ہنومان ایک بڑا بہادر جاسوس، انہوں نے اپنے بن باس سے بھی پہلے ادھر بھیج رکھا تھا۔ رامائن کے ایک ایک شبد سے ہنومان کی سوامی بھکتی، غیر معمولی بہادری اور حیرت انگیز جاسوسی کے کارناموں کی تعریف و توصیف ظاہر ہوتی ہے۔ ہنومان سمندروں کو پھاندجاتا۔ پہاڑوں کو لے اُڑتا اور راون سے سیاستدان اور شہ زور بادشاہ کے کڑے پہروں میں سے اُس کے جاسوسوں کی آنکھوں میں دھول ڈالکر اس کی لنکا اور خفیہ سے خفیہ جگہوں میں گھس جاتا۔ آکاش، پاتال کی خبر لے آتا۔ اس قدر زبردست شخص رام کے بن باس سے پہلے ہی اُنکے لئے راون کے خلاف فوج سنگھٹت کرتا رہا تھا لیکن راون کو اس کی خبر نہ ہوسکی راون کو تبھی پتہ چلا جب رام نے پوری تیاری کے ساتھ ترینج وٹی (راون کی لنکا کے سر پر) میں راون کے خلاف مورچہ لگا دیا۔ اسکی بہن کی ناک کٹ ہی گئی۔ راون سمجھتا تھا کہ سوتیلی ماں کے ہاتھوں ستائے ہوئے گھریلو جھگڑے کی بنا پر گھر سے نکالے گئے۔ رام محض جنگلوں کی ٹھوکریں ہی کھا کر رہ جائیں گے۔ کون اُنکی مدد کرنے والا ہوگا۔ خیر آخر میں راون سے جب ٹھن گئی تو راون کو شکست فاش ہوئی۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ وہ مادی سائنس کا بندہ تھا۔ ایک آتما کی ہستی کا قائل نہ تھا۔ وہ ہر شئے کو اپنے سے جُدا سمجھتا تھا۔ اس لئے جوں جوں مصیبت بڑھتی گئی راون کے اپنے بھی دشمن ہوگئے۔ یا دل سے اُس کے کاموں کی حمایت نہ کرسکے۔ ادھر رام سارے وشو میں اپنے آتما کا جلوہ دیکھتے تھے۔ دُنیا کی ہر شئے ان کی اپنی ہی تھی۔ نہیں نہیں ان کا اپنا آپ ہی تھی۔ اس لئے جوں جوں یہ جذبہ ان کے اندر زور پکڑتا گیا اور انکی عملی زندگی میں ڈھلتا گیا۔ قدرت کی تمام طاقتیں ان کے ساتھ جمع ہوگئیں۔ نہیں نہیں ان کے اندر ہی جمع ہوگئیں۔ تبھی کئی بار راون کی بے انتہا سپاہ کو اپنے خلاف چاروں طرف بے انتہا صورتوں میں رام ہی لڑتے نظر آنے لگتے تھے۔

آیئے اس آتم واد یگانگت اور محبت کا کرشمہ ایک مثال سے سمجھائیں۔ آپ نے سرکس میں شیر کا تماشہ کئی بار دیکھا ہے، چھوٹے پنجرے سے نکال کر تماشہ دکھانے کے لئے شیر کو بڑے پنجرے میں ڈالا جاتا ہے۔ اور ایک رنگ ماسٹر ہاتھ میں چھانٹہ لے کر شیر سے جیسے چاہتا ہے کھیل کرتا ہے۔ شیر کے مُنہ میں بکری کا سر دے کر بھی اسے زندہ نکال لیتا ہے۔ گویا شیر اس وقت اسکے بس میں ہوتا ہے۔ تماشے کے میدان میں، اس سے پہلے یا پیچھے۔ رنگ ماسٹر کے ذہن میں یہی نظریہ چھپا رہتا ہے کہ شیر خونخوار جانور ہے۔ اس سے جُداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اور انسان کا جانی دشمن ہے۔ لیکن اپنے چھانٹہ کے زور سے وہ اس سے جو چاہتا ہے، کام لے لیتا ہے۔ ہم یہ تماشا دیکھکر حیران رہ جاتے ہیں۔ تاہم کئی بار سُنا ہے اور دیکھا گیا ہے کہ موقعہ پاکر

شیر رِنگ ماسٹر پر جھپٹ پڑتا ہے۔ اور اُسے جان سے مار دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر آج دیکھا نہیں تو بزرگوں سے سُنا ضرور ہے۔ اور اکثر گرنتھوں میں پڑھا بھی ہے کہ رشیوں مُنیوں یا سادھوؤں مہاتماؤں کے ساتھ جو ساری مخلوقات میں اپنی ہی ذات کا جلوہ دیکھتے ہیں، کسی کو دُکھ نہیں دیتے۔ کسی کو غیر نہیں سمجھتے شیر سے کھیلا کرتے ہیں۔ اُن کی کُٹیاؤں پر شیر اور بکری وغیرہ تمام جانور دُشمنی اور بیر چھوڑ کر ایک ساتھ بیٹھے رہتے ہیں۔ کبھی کسی ایسے سادھو یا مہاتماؤں پر کسی خونخوار شیر نے حملہ نہیں کیا۔ اس لئے کہ سادھو شیر کو اپنے سے جُدا یا مختلف ہستی نہیں مانتا، اسے خواب میں بھی شیر پر تشدّد کرنے کا خیال نہیں گزرتا اور یہ قدرتی قاعدہ ہے کہ کوئی خونخوار جانور کسی شخص پر اس وقت تک حملہ نہیں کرتا جب تک اُسے یہ شک یا یقین نہیں ہو جاتا کہ وہ شخص اس پر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ اس لئے شیر بھی ایسے مہاتماؤں کی خوشی سے اطاعت قبول کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس سرکس کا رنگ ماسٹر شیر سے بھئے کھاتا اور شیر ہر دم یہ سمجھتا ہے کہ ذرا بھی اس کے اشارے پر نہ چلا تو بجلی کے چابک سے مرمّت کر ڈالے گا۔ یہ خوف اور اندرونی دُشمنی ایک نہ ایک دن رنگ لاتی ہے۔ بالکل یہی حالت مادّی سائنس کے پجاری یا مادہ پرست کی ہوتی ہے۔ وہ ایک آتما کی ہستی کو نہ مانتا ہوا دُنیا کی تمام مخلوق کو اپنے اور ایک دُوسرے سے یکسر الگ الگ مانتا ہے۔ اور اپنی غرض مفاد، یا آرام و آسائش کو مقدم رکھتا ہوا دوسروں کے مفاد کو کچلتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دُوسری تمام طاقتوں کو اپنے خلاف کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس آتم وادی اپنے حسن و اخلاق سے دُنیا کی تمام شکتیوں کو اپنے ساتھ یا اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ اور ہر معرکہ میں فتح کرتا ہے۔ اسی لئے رام کی فتح یقینی تھی۔ آج دُنیا کی حالت دُوسری ہے۔ سائنس سائنس سے برسرِ پیکار ہے۔ مادہ پرستی کے گلے کا ہار ہو رہی ہے۔ آتم واد یا رُوحانیت تو کہیں نظر نہیں آتی یہی وجہ ہے کہ اگر ہٹلر کی فتح ہوتی تو بھی دُنیا مصائب میں مبتلا رہتی۔ اور اگر آج یوروپ کی دُوسری طاقتوں کی فتح ہوئی ہے تو بھی دُنیا مصائب میں مُبتلا ہے۔

جب تک اس مادہ پرستی پر رُوحانیت فتح نہیں پاتی، دُنیا کو امن و چین محبت اور آشتی کی نعمتیں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتیں۔ آج دُنیا کا مستقبل اندھیرے میں ہے۔ ہر انسان ایک نامعلوم خوف کے احساس سے تھر تھرا جاتا ہے۔ اگر دُنیا چاہتی ہے کہ صحیح امن قائم ہو جائے تو رام کی سیاست۔ آتم وادی شرن آئے۔ اب بھی وقت ہے۔ ورنہ وہ دن دُور نہیں جب مادّی سائنس سارے نشٹ سماج کا ناش کر کے دم لے گی۔"

پیارا رام

شری ایم. بی. فدا خلیق

"ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے"

ہاں بحرِ تفکر میں اک دن اس بات پہ میں تھا غوطہ زن
چلتا ہے نظامِ عالم جو، اور دنیا کا جو ہے گلشن
یہ کس کے فیضِ آب سے ہے سرسبز بنا اور ہے روشن
کہ ہاتفِ غیب نے دی یہ صدا، اے فہم و فراست کے دشمن

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

مہتاب میں جلوہ ہے اسکا اور تارے میں تنویر اس کی
سورج میں ظاہر نور اسکا مٹی میں ہے تاثیر اس کی
ہر پھولوں میں نخل میں پتے میں آتی ہے نظر تصویر اسکی
دکھلاتا ہے شان و شوکت کو اور ان کو چرخ پیر اسکی

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

گہہ عیسیٰ ہوا، گہہ موسیٰ ہوا، گہہ طور پہ شعلہ نور ہوا
کبھی رام ہوا کبھی کرشن بنا، ہر بلاد میں اس کا ظہور ہوا
تھا بہشت میں پرتو اس کا، فردوس میں اس کا ظہور ہوا
پاتا ہے اسے ہر رنگ میں وہ جو بندۂ عقل و شعور ہوا

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

خود کرشن ہوا، خود ارجن تھا، خود واعظ تھا، خود سامع ہے
وہ خود اوراق پریشاں ہے، اور خود ہی انکا جامع ہے
بنتا ہے کبھی شاہوں کا شاہ، گہہ کنجِ فقر پہ قانع ہے
کیا شان ہے تیری رام میرے ہر چیز کا تو خود صانع ہے

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

خود گلشن ہے، خود مالی ہے، خود نخل ہوا، خود ڈالی ہے
اور پھول کا وہ خود گلچیں ہے، جان اسمیں اسنے ڈالی ہے
گہہ خادم ہے، مخدوم کبھی، ہر رنگ کا وہ خود والی ہے
اے خلیق تو آنکھیں کھول ذرا یہ حقیقت دیکھنے والی ہے

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

اوم

قسط نمبر ۹

ایشاواسیہ اپنشد

(مترجم شری جسونت رام جی)

ہم نے عرض کیا تھا کہ منزل پر روانہ ہونے سے پہلے چار باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اوّل سیکھنا، واقفیت حاصل کرنا۔ اور آگے کیلئے کچھ کرنے کا فیصلہ کرنا۔ دوئم عمل کرنا۔ سوئم عمل کا جائزہ لینا۔ اور آگے کا فیصلہ کرنا۔ چہارم منزل کی طرف بڑھ جانا۔ یہ چار بنیادی لوازم ہیں ہر انسان کے لئے چاہے وہ کسی مذہب سے قوم سے یا مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ مذہب نسل یا مقام سے تعلق رکھتے ہوئے کچھ انسانوں کے کھان پین، رہن سہن یا پڑاؤ الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ شادی بیاہ کے رواج یا بندگی پوجا کے دستور الگ الگ ہو سکتے ہیں لیکن کوئی کچھ کھائے پئے، یا پہنے یا کیسے رہے۔ سبھی کچھ نہ کچھ کھا پی کر یا پہن کر کسی نہ کسی طرح جیتے ہیں کبھی نہ کسی طرح سب شادی کرتے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح سب اپنی اپنی بندگی پوجا کرتے ہیں۔ یہی ایک سوال ہے جو اس سوال پر غور کرنے کے بعد اسکی اہمیت کو سمجھ لینے کے بعد منزل کے راستے پر قدم رکھتے ہیں۔ وہ مسافت طے کرتے ہوئے ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ پر آ جاتے ہیں۔ مگر جو اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ چلتے وہ بھی رہتے ہیں۔ مگر کولھو کے بیل کی طرح جو سویرے سے شام تک چلتا رہتا ہے۔ مگر رہتا وہاں پر ہی ہے جہاں سے چلا تھا۔

اوّل چلنا ہے ٹھیک راہ پر۔ دوئم چلنا ہے بے راہ ہونا۔ مان لیجئے پہلے پڑاؤ تک ہم نے کچھ سیکھ لیا۔ تو دوسری بنیادی ضرورت ہے عمل کیا گیا۔

آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔ ہر فعل میں ہمیں آزادی ہے۔ ہمیں بلندی پر جانے کی آزادی ہے اور گرنے کی بھی۔ اوپر اٹھنا سبھی چاہتے ہیں۔ لیکن آزادی ہونے پر بھی گرنے کے لئے کون تیار ہوتا ہے؟ ہم گرنا نہیں چاہتے کیوں؟۔ ہاتھ پیر ٹوٹ جائینگے۔ شاید یہ زندگی کا تار بھی ٹوٹ جائے مطلب یہ ہم کچھ حاصل ضرور کرنا چاہتے ہیں مگر کھونا کچھ نہیں چاہتے۔

کچھ کرنے سے کچھ کام آنے سے ہی کسی چیز کا نام ہوتا ہے۔ کچھ کرنے سے ہی بلندی و ناموری ملتی ہے۔ سوئے رہنے سے نہیں۔ سورج سے کرنیں ملتی ہیں۔ روشنی ملتی ہے تبھی تو وہ سورج ہے۔ اس سے دھوپ ہے۔ تپش ہے تبھی تو اس کا نام آفتاب عالم تاب ہے۔ ٹھنڈی چاندنی پھیلنے سے ہی چاند چاند کہا جاتا ہے۔ تعلیم ملنے سے ہی تو شاگرد استاد کو استاد کہہ کر پکارتے ہیں۔

عمل کی کسوٹی پر صرف کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ عمل کی آگ میں تپ کر چوٹ پر چوٹ کھا کر گھس گھس کر۔ کچھ کام آ کر۔ ایسے کام آ کر جس سے دوسروں کو فیض پہنچے۔ کچھ حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہے امتحان۔ جو اس میں کامیاب ہو گئے وہ چلے ہیں راہ پر۔ جو رہ گئے وہ رہ گئے گمراہ۔

ہر چھوٹی بات میں ایک بڑی بات پنہاں ہوتی ہے۔ ایک مثال عرض ہے میں سڑک کے کنارے گر گیا۔ ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پڑا تھا لاوارث، درد سے کراہ رہا تھا۔ آپ آ گئے۔ آپ کو انسانیت نے اندر سے پکارا۔ چلو مدد کرو غریب کی۔ آپ اٹھا کر مجھے ہسپتال لے گئے۔ میرا علاج ہونے لگا۔ تعلق نہ ہونے پر جذبۂ ہمدردی کے زیر اثر آپ مجھے دیکھنے آتے۔ میری دلجوئی کرتے۔ میں اچھا ہو گیا۔ آپ کو بھی خوشی ہوئی۔ آپکی محنت ٹھکانے لگی۔ لیکن میں گمراہ تھا تبھی تو پہلے ٹانگ ٹوٹی تھی۔ ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔ مگر دل تو وہی پاپی رہا۔ سوچا اب کیا کروں۔ آپکی جیب میں سونے کی گھڑی دیکھی وہی چرا لی۔ آپ نے پکڑ لیا۔ کہا "کرتگھن۔ احسان فراموش۔ کیا اس لئے میں نے تمھاری سیوا کی تھی"۔ مگر افسوس میں وہی رہا آیئے انسانیت کی گود میں، انسان کے روپ میں آنے والی استماؤ۔ یہ چھوٹی سی مثال ہمیں کیا کہہ رہی ہے۔ کیا ہماری اپنی حالت یہ نہیں ہے۔ ہمیں ماں نے کیا نہیں دیا۔ باپ نے کیا نہیں دیا۔ استاد نے کیا نہیں دیا۔ اور ان سب کے مخزن ایشور نے کیا نہیں دیا۔ لیکن کیا کیا ہے ہم نے بدلے میں۔ ہمیں دلیش اور اپنی قومیت سے کچھ ورثہ میں ملا۔ ہم نے اسے کیسے استعمال کیا۔

کیا کیا ہم نے ماں باپ استاد اور ایشور کیلئے۔ اور اسکی مخلوق کے لئے۔ اپنے فرائض کو کس طرح نبھایا۔ اپنے اعمال ہمارے لئے آئینہ ہیں۔ اپنے آئینہ میں اپنی صورت دیکھکر اپنا جائزہ لیں۔ ہمیں اپنی راہ نظر آجائے گی۔ اگر ہم عمل نہ کریں اپنا کرم نہ کریں۔ فرض پورا نہ کریں۔ جو کچھ کیا وہ ٹھیک یا غلط اُس کا جائزہ نہ لیں۔ اُس پر وچار نہ کریں تو ہمیں لازمی بھٹکنا ہے۔ ہمیں منزل نہیں ملے گی۔ یہی ہمارا بے راہ ہونا ہے۔

برہمچریہ کی پہلی منزل میں کچھ سوجھ بوجھ آجانے پر ہندو دھرم میں یگیوپویت کی رسم ڈالی گئی۔ یہ تھا تین فرائض کا علم جن سے ہونے والے نوجوان کو روشناس کرانا تھا۔

1۔ والدین کا فرض۔ 2۔ رشیوں کا فرض۔ 3۔ دیوتاؤں کا فرض۔

ہر ایک زو دو تار تھے۔

والدین کے فرض میں 1۔ والدین نے تمھیں پیدا کر کے خاندان کا نام چلایا ہے۔ تم نے اگلی نسل سے خاندان کا نام آگے چلانا ہے۔

2۔ والدین نے تمھیں پیدا کر کے ہر طرح سے تکلیف اُٹھا کر پال پوس کر بڑا کیا۔ تاکہ تم ملک۔ قوم اور انسانیت کے کام آسکو۔ آخری عمر میں تمھارا بھی فرض ہے کہ اُنکی خدمت کرو۔ جبکی اُنہیں ضرورت ہوگی۔ جو کچھ تمھیں سکھایا۔ اُس پر عمل کرو۔"

رشیوں کے فرض۔ 1۔ تم نے اُستاد کے قدموں میں بیٹھکر اپنے آپ کا اپنے طرز عمل کا گیان حاصل کرنا ہے۔

2۔ گیان حاصل کرنے کے بعد اس علم کو پھیلانا ہے۔ تاکہ اسکی توسیع ہو۔ اور عالم کو فیض پہنچے۔ اُستاد کی خدمت سے اُس کا عوض چکانا ہے۔

دیوتاؤں کے فرض میں 1۔ دیوتاؤں نے ایشور کی قدرتوں نے تمھارے لئے ہر نعمت میسر کی ہے۔ ان سے لطف اندوز ہونا کہ یہ کام آئیں۔ ضائع نہ ہوں۔

۲۔ جو کچھ تم نے پایا ہے۔ اُسے انسانیت کے لئے لُٹانا سیکھو۔ ماں کو بیٹے کو کھلا کر جو خوشی ہوتی ہے۔ خود کھا کر نہیں ہوتی۔ ایشور تمہیں دیکر خوش ہوتا ہے۔ اُسے خود کچھ ضرورت نہیں۔ وہ اپنی ہر مخلوق کو کسی نہ کسی رُوپ میں سب کچھ دے رہا ہے۔ مگر تمھارا ابھی امتحان ہو رہا ہے۔ کہ آپ نے کیا کیا۔ نذر۔ ایثار اور قربانی یگ ہیں۔ پُوجا ہیں۔ بندگی اور ریاضت ہیں۔ جس آتما نے اپنے قالب کو خدمت خلق میں نذر کر دیا۔ وہ قالب چھوڑ کر امر ہو گئی۔ اپنے افعال اور اعمال سے آدمی اُٹھتا ہے۔ اور انہی سے آدمی گرتا ہے۔

قالب نے ختم ہونا ہے ایک دن اور لازمی ختم ہونا ہے۔ لیکن اپنے فرض کی پابندی میں انسانیت کی کسوٹی پر پُوری اتر کر۔ خلائق کی بہبودی کے لئے۔ مُلک اور قوم کی ترقی اور فارغ البالی کے لئے ایشور کے نام پر ایشور کی دُنیا کے لئے نذر اور ایثار کی ویدی پر قالب کو قربان کرنیوالی آتما اپنے آپکو پہچان کر اپنی ٹھیک راہ پر گامزن ہو کر اپنے مخزن۔ اپنے پرم دھام برہم سے ملتی ہے یہی منزل ہے یہی نروان ہے۔ موکش ہے۔ اور جو انسان اِس کے اُلٹ چلتی ہے۔ وہ بھٹکتے ہوئے چوراسی لاکھ جنموں کے چکر میں دُکھ اُٹھاتا ہے۔ اِسی لئے اُپنشد آپکو نصیحت کرتا ہے۔

कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेच्छतँ समाः ।
एवं त्वयि नान्यथेतोऽस्ति न कर्म लिप्यते नरे ॥

ایک یہ دُنیا کھڑی دُنیا کے باعث ایک ہے ٭ جس طرح افراد سے قوم و وطن کی ٹیک ہے
سُوئے منزل عمل پیرا ہو کے جی سو سال تو ٭ ہو کے بے راہ نہ دگر گوں پھر پریشاں حال تو

وحدت کا مے خانہ

شری سوامی پرم پورنا نند جی پورن

کبھی وحدت کے میخانہ میں اک گھونٹ پیا ہوتا ٭ یقیناً دام حوروں سے اے زاہد چھُٹ گیا ہوتا
طلب اندر ہے دُنیا کی ہے باہر سے خدا کی یا ٭ خُدا حاضر تجھے ملتا دِل گر بے ریا ہوتا
تُو ہوتا عاشق صادق تو اک ہی نیم شب آہ سے ٭ خُدا نے جاگ کر تجکو بغل میں لے لیا ہوتا
خُدا سے ایک دِن پُوچھا کسی عاشق قلندر نے ٭ نہ ہوتے گر ترے عاشق تیرا پھر حال کیا ہوتا
خُدا بولا میں زندہ ہوں اک آہ سرد عاشق سے ٭ گرم جھونکوں سے جاہل کے کبھی کا جل گیا ہوتا
یہ چکر آنے جانے کے ختم ہی ہو گئے ہوتے ٭ طواف گرد مے خانہ اے زاہد گر کیا ہوتا
یہ کھُلتا روز روشن کی طرح راز حقیقت گر ٭ خودی کا کاٹ سر قدموں میں ساقی کے دیا ہوتا
نقوش غیر مٹ جاتے تیرے اِس دِل کی تختی سے ٭ اگر مُرشد سے اک بار ہی درس توحید لیا ہوتا
خودی اِس جسم سے مٹتی خُدا سے ایک ہو جاتا ٭ علم عرفان مُرشد سے اگر حاصل کیا ہوتا
تجھے لافانی و لا حد حقیقی زندگی ملتی ٭ اگر مرگو ہو یہ جیون سے تو مر کے پھر جیا ہوتا

تُو جیتے جی آزاد ہوتا جسم کی قید سے پورن
حقیقت اپنی سے دِل کو اگر آگاہ کیا ہوتا

(اوم)

خطوطِ گوبند

(از قلم شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج)

خط نمبر ۲۵۹ — از جموں۔ ۱۷ جنوری ۱۹۲۹ء

عقل وغیرہ سے پرے

از طرف رام

پرم پوجیہ ست گورو دیو شروتری۔ برہم نشٹھی اکرتے۔ اگوچر۔ اچھید۔ ابھید۔ انوپم۔ نروکار۔ سرب شکتیمان سرب میں سمان۔ پورن برہم پرم پربھو شریمان سوامی جی مہاراج۔ ہے سچدانند۔ ہری اوم آنند نمسکار۔ نمسکار۔ نمسکار۔ کوٹان کوٹ بار نمسکار۔ آپ کا دیالتا نامہ پہنچنے سے دو رات پیشتر ہی آپ کے درشن سپنا وی جگت میں ہو چکے تھے۔ اور یہ نشچے ہو رہا تھا کہ آج یا کل کرپا درشٹی کی درشٹی ہوگی۔ پرم پربھو آپ اپنے داس کو داس جان کر شکتی پنا بخشکر آتما کو آتما جان کر اس کی دیا درشٹی سے کرتارتھ کرتے رہیں۔ اتی ہی آنند ورد ھک ہوگا۔ کیونکہ چہرے کو جو وقت موجود ہے۔ شیشہ سامنے کرکے دکھانا باعث خورسندی طبع ہوتا ہے اسی طرح آپ کی دیا درشٹی سے اُچی ہوئی برہماکار برتی (جوکہ ہر کال میں ہر برتی ہو رہی ہے) اپنا سروپ انوبھو کرکے آنند سروپ کا جلوہ دکھا کر آنند دت کر رہی ہے۔ زیادہ بانی کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ عقل کچھ یقین میں (اُس ادھشٹان کے بغیر) نہیں لا سکتی۔ من خیال میں نہیں لا سکتا۔ اور یہ خود ہی بے بود ہیں۔ کریں کیا اور کیسے۔ آپ کا چرن سیوک۔ دولت رام سچدیو۔

خط نمبر ۲۶۰ — از سوامی جی بنام پنڈت رام دت جی — چھہرکانہ ۱۷ دسمبر ۱۹۳۱ء

بے بھاوسے بچنے کا طریقہ۔ نقلی حمتا!

پیارے آتما۔ اوم آنند۔ آپ کا پریم پتر مل گیا۔ حرف بحرف پڑھ لیا گیا۔ جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) چھترا یا بھیڑو جس قدر پیچھے ہٹتا ہے۔ اتنا ٹکر اچھی مارتا ہے۔ ایسے ہی جو کمی پہلی ہے وہ نکل جاوے گی۔

(۲) جب برتی صاف ہو جاوے۔ اُس کو نے نہیں کرنا چاہیئے۔ شدھ برتی کا دیکھنہار ہوکر جہاں جہاں چداکاش میں برتی جاوے۔ اُدھر برہم کا ساکشی روپ سے انوبھو کرنے سے برہم ساکشی بنتا جاتا ہے۔ اور برتی کے پرکاشک ہونے سے برہم کا آتم روپ سے ساکشات ہو جاتا ہے۔ ایسے ساکشات کرانے کے بعد پھر اگر برتی خود بخود شانت ہو جاوے تو اچھی ہے یہی نروکلپ اوستھا ہے۔ ورنہ لیئتا کی حالت ہے جو بالکل ناقص ہے۔

(۳) آتما بندھ مکت دونو سے رہت شدھ ادویت روپ ہے۔ جو ایسا پورے طور نہ کرنے سے وچار کر آپ کو آتما

ازو بیت مانتا یا جاتا ہے۔ وہی ایسے نشچے اور درشٹی سے مکت اوستھا یعنی نربھے پد اور نرانشٹے سکھ اور نروان پد کو جہاں مکمل شانت ہی شانت سبھاوک ہے۔ پراپت ہوتا ہے۔

(۴) شلوک تیسرے کا ترجمہ آپ نے سارا نہیں کیا۔ اگر سارے پر غور کرتے تو اختلاف معلوم نہ ہوتا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے۔ کہ جو آپ کو آتما نشچے کرتے ہوئے مکت سمجھتا ہے۔ اور شریر میں بھی ممتا رکھتا ہے۔ وہ نہ گیانی ہے نہ یوگی کیونکہ جو پورے طور پر وچار کر کے آپ کو آتما نشچہ کریگا۔ وہ شریر میں کب ممتا رکھ سکتا ہے۔ ہاں اگر گیانی بھی ممتا سہت نظر آتا ہے۔ تو سوانگی کی طرح اسکی ممتا ہوتی ہے۔ نہ کہ اصلی۔ اس لیے اس سے بگاڑ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے اختلاف شلوکوں کا ثابت ہوتا ہے۔ نیز پرش نے مکت ہونا نہیں۔ اپنے آپ کو بندھ مکت رہت سبھاوک مکت سوروپ (آزاد سبھے) جاننا اور نشچے کرنا ہے۔ ایسے کو اہنگتا ممتا دیہہ میں اصلی نہیں ہوتی۔ فقط۔ گوبند آنند ،،

خط نمبر ۲۶۱۔ کمارہٹی۔ ۲۱ر جون ۱۹۳۲ء

اعلیٰ ڈگری

پیارے آتما ماسٹر بھگوانداس صاحب جی۔ اوم آنند اوم آنند عزیز اندرجیت کے پاس ہو جانے کی اس اور آپ کو مبارک ہو۔ پنڈت رام دت جی کے پاس ہونے کی بھی بہت خوشی ہے۔ اس کو بھی مبارک باد دیویں اور کہہ دیویں۔ کہ جیسے آپ (لوہارک اوستھا میں) پاس ہوتے ہیں۔ ویسے اس میں (پرمارتھک اوستھا میں) بھی پاس ہونا چاہیے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ تھرڈ درجہ کے نام نہاد پاس ہو کر دکھاویں۔ دولت رام اور رام دت جیسے بھی اگر تھرڈ درجہ میں پاس ہو کر دکھاویں گے۔ تو ان کی ہمت یا محنت میں داخل نہیں۔ ہاں جیسا انہوں نے سوانگ دھارا ہے اس کے مطابق نتیجہ دکھاویں تو ٹھیک ہے۔ فقط۔ ،، (گوبند آنند)

خط نمبر ۲۶۲ چوہڑکانہ۔ ۲۶ر دسمبر ۱۹۳۲ء

ویراگ اور وچار کی ضرورت

پیارے آتما رام دت جی۔ اوم آنند۔ لالہ دولت رام کی انتظاری کے سبب آپ کو جواب نہ دیا گیا۔ آپ نالائق نہیں ہیں۔ ایسا خیال اور لفظ چھوڑ دیویں۔ کیونکہ جیسا خیال ویسا ہی حال ہو جاتا ہے۔ ہاں کوشش با قاعدہ کئے جاویں ایک نہ ایک وقت آخری کامیابی کا ہی آجاوے گا۔ زیادہ گھبرانے کی یا فکر کی جگہ نہیں۔ البتہ مسلسل وچار کی ویراگ پوربک ضرورت ہے۔ فقط۔ (گوبند آنند)

خط نمبر ۲۶۳ کمارہٹی۔ ۲ر جولائی ۱۹۳۲ء

سنگدوش اور اہنگتا ممتا کی نورتی زندہ مرنے سے ہوتی ہے

پیارے آتما اوم آنند۔ پتر کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) چت کی خرابی کا باعث تو سنگدوش کے سوائے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ (۲) عام لوگوں کا میل ملاپ یا ایسے مضمونوں کا دیکھنا سننا بھی سنگدوش میں ہی داخل ہے۔ البتہ کچھ سابقہ سنسکار بھی کسی وقت ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ان سب باتوں کا خیال اور نگرانی چاہیئے۔ اور ساتھ ہی آہار اور رہائش ساتکی کا خیال رکھا جاوے۔ یہ سب باتیں سنگ دوش میں شامل ہیں۔ (۲) اہنگتا ممتا سوائے مکتی وچار اندرونی کے نہیں جا سکتی۔ البتہ ست سنگ خاص اور ویدانت شاستر کا غور سے ایکانت میں مطالعہ بھی اس کے دور کرنے کے مددگار ہیں۔

(۳) جب انتشکرن دنیاوی فکروں اور خواہشات سے صاف کر کے گورو کی یکتی سے مسلسل وچار کیا جاتا ہے۔ تو آتم سروپ کے انوبھو میں پھر تو کوئی خاص دیری نہیں لگتی۔ لیکن بعض لوگ کچھ اپنی رائے یا ادھر ادھر کو ساتھ ملا کر ابھیاس کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی چاہتے ہیں۔ کہ خلاف قانون بہت جلدی کامیابی ہو جاوے۔ اور محنت باقاعدہ اور مسلسل سے جی چراتے ہیں۔ انکی کامیابی میں الٹی زیادہ دیر لگتی ہے۔ دیکھئے کس قدر پڑھائی میں طالب علم محنت کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ کبھی جا کر کسی کو ملتا ہے کسی کو نہیں ملتا۔ ایشور سدھی چند دن کی محنت سے گھبرا اٹھتے ہیں۔ جو سب سے اعلیٰ اور مشکل کام ہے۔ اس لئے بڑا حوصلہ اور دھیرج اور تن من سے کوشش اور اخیر زندگی تک لگے رہنے والے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ نہ کہ جلدی کرنے والے۔ اور گھبرانے والے۔ کوئی کھیل بازی کا کام تو نہیں۔ زندگی میں مرنے کا سوال ہے۔ دولت رام جی خود غور سے پڑھ کر پنڈت رام دت کو دیں۔ فقط۔ گوبند آنند ،،

خط نمبر ۲۶۴ — از کوٹہ۔ راجپوتانہ۔ ۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۰ء

گھبراہٹ کیوں

پیارے آتما پنڈت رام دت جی۔ اوم آنند۔ آپ کا پتر ملا۔ جواب یہ ہے۔ بیج کو زمین سے بار بار مٹی اکھاڑ کر دیکھتے رہیں کہ بوٹا (پودا) ابھی بنا ہے یا نہیں۔ تو یہ بھول کا کام ہے۔ اگر زمین درست کر کے اور دو ترواں (ہمدار) بنا کر اس میں تخم بویا جاوے گا۔ تو وہ ضرور ایک دن بوٹا بن کر نکلے گا۔ اور آہستہ آہستہ وہ پھل لاوے گا۔ آپ تھوڑے دنوں میں گھبرا گئے ہیں۔ اس راستہ میں گھبرانے والوں کا کام نہیں۔ انیک جنم سنسدھی (گیتا میں لکھا ہے کہ انیک جنموں کے بعد سدھی (سپھلتا) ہوتی ہے۔ یعنی موکش ملتا ہے) کا بھی خیال یاد ہے یا نہیں۔ جو لگا رہتا ہے حسب ہدایت۔ وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ راستہ میں چھوڑ دینے والا یا ادھر ادھر کی وراپنی مرضی بھی ساتھ ملا کر چلنے والا بہت وقت اٹھاتا ہے۔ جو چلتا ہے اس کا سفر ضرور ختم ہو ہی جاتا ہے۔ دھیرج اور شانتی سے لگے رہنا چاہیئے کسی وقت اتفاقیہ ہی آپ کی تسلی کا انوبھو ہو جاویگا۔ اگرچہ ہر وقت سبھاوک ساکشات ہی ہے لیکن توہمات اور زیادہ خیالات ادھر ادھر کے سبب سے ساکشات ہوتا ہوا بھی زیر پردہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر باقاعدہ حسب ہدایت عمل رکھوگے تو ضرور جلدی کامیابی ہو جاوے گی۔ فقط۔ گوبند آنند۔ ،،

خط نمبر ۲۶۵/۱ چوہڑکانہ۔ ۶ مارچ ۱۹۳۲ء

سمتا، شریر کا وسمرن اور لے بھاؤ کا دور کرنا۔

پیارے آتما رام روپ جی۔ اوم آنند پتر ملا۔ حرف بحرف پڑھا گیا جواب حسب ذیل ہے۔ جسقدر صفائی دل کی ہوتی ہے اُسی قدر اناتم خیال کا آنا بہت بُرا اور دکھدائی معلوم ہوتا ہے۔ جب گیان کی حالت نمودار ہوگی۔ پھر ہر حال میں سمتا ہوگی۔ جیسے پانی کے گیان ہونے پر ٹھہرا ہوا چلتا پانی یکساں ہی نظر آتے ہیں۔ خاص فرق نہیں معلوم ہوتا۔ ایسے ہی گیان اوستھا میں بھی ہو جاتا ہے

(۲) جو آپ نے نہیں سمجھا وہ یہی تھا۔ کہ دنیا اور شریر کا قطعی بھول جانا وچاروان کے لئے بہتری کا باعث معلوم ہوتا ہے۔ اور کچھ اس کا مطلب نہیں تھا۔

(۳) جو پورے طور پر گرداب کو گرداب اور چاہ کو چاہ سمجھتا ہے۔ وہ پھر اُسمیں نہیں کودتا۔ ہاں نشہ پی کر یا بحالت بیہوشی جانتے ہوئے بھی کود پڑتا ہے۔ مگر سلیم عقل نہیں۔ (۴) کچھ سمجھا دیا بدھ کے بھی وش میں ہوتا ہے۔ اگر اندر وچار قائم ہے تو اتفاقیہ کوئی کام برخلاف ہو جانا بھی کوئی خاص بگاڑ نہیں کرتا۔ مگر عادی نہ ہو جاوے۔ (۵) جب نیند یا لیٹا (موڑھتا) آنے لگے تو فوراً ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اور خیالات کو کم کرنا بند کر دینا چاہیے۔ وچار میں لگانا اُس سے زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ فقط۔ گوبند آنند۔ " (باقی پھر) "

خیالِ سفر کو روک

از حکیم چاندی رام جی مسرور

دنیائے بے ثبات کے سحر نظر کو روک
تجربے میں بیٹھ اور خیالِ سفر کو روک

ہمت سے قصرِ جسم کے ہر ایک در کو روک
سازِ نفس کو چھیڑ کے ہر شور و شر کو روک

اے دل نواز اب دلِ شوریدہ سر کو روک
محو خیالِ جدت خونِ جگر کو روک

ہے رہبر نجات یہی۔ سالکِ سکون
پیہم ریاضِ دم سے دلِ فتنہ گر کو روک

قدموں میں تیرے آگرے دولت جہان کی
اے حق نواز خواہشِ تحریصِ زر کو روک

بس عالمِ خیال میں محو سے بھر کے
تارِ نظر کو باندھ کے ضعفِ بصر کو روک

بے خود کہیں بنا نہ دے مسرور دہر کو
تیور بدل کے ساقیٔ مست نظر کو روک

ریویو

خمخانۂ توحید مصنفہ حکیم چاندی رام جی مسرور 226 صفحات پر مشتمل اردو شاعری کی ایک لاجواب کتاب ہے اس میں جتنی بھی نظمیں ہیں۔ وہ بلالحاظ مذہب وملت توحید کے پرستاروں کے لئے سرور اور محویت پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ شری مسرور صاحب کی ربانی کلام سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ پرانے وقتوں کی اردو اور فارسی زبان پر اچھی طرح حاوی ہیں۔ اور روحانیت کی منزلوں کو بھی طے کر چکے ہیں۔ ایسے عالم باعمل فقیر صفت بزرگوں کی دل سے نکلی ہوئی نظمیں لازمی طور پر قلب مضطر کو راحت و تسکین بخشنے میں اکسیر ثابت ہونگی۔ بشرطیکہ ان کو پڑھنے والا ان روحانی منازل سے واقف (اور) چشم بصیرت کھل چکی ہو۔ عام آدمی اس کتاب سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ صرف دماغی اختراع کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ دل کی گہرائیوں میں اتر کر اور اپنے محبوب سے واصل ہو کر اور ایک خاص (سٹیج) حالت محویت میں لکھی گئی معلوم ہوتی ہے۔ اگر کسی کو تصوف سے لگاؤ ہے تو وہ اس مجذوبانہ شاعری کا لطف حاصل کرے۔ کتاب مضبوط جلد میں ملبوس ہے صفحات 226 ہیں۔ لکھائی چھپائی بہترین اور کاغذ 28 پونڈ اعلیٰ قسم استعمال کیا گیا ہے۔ قیمت پانچ روپیہ 5/ علاوہ محصولڈاک 50/ر روپیہ"

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دھلی نمبر ۶

متلاشی حق یعنی جگیاسو جس نے نشکام شبھ کرموں سے اپنے من کے آئینہ کو منور کر لیا ہے سنسار کے وشئے بھوگ جسے اپنی طرف کھینچ نہیں سکتے۔ پربھو چنتن سے جس کا وکشیپ دوش دور ہو چکا ہے! ور من ٹکاؤ میں ہے۔

بقول شنوی مولانا روم ۔

> سینہ ہا صیقل شدہ از ذکر و فکر تا پذیرد آئینۂ دل نقش بکر

ان کے سینے ذکر و فکر (یاد الہٰی) سے روشن ہو چکے ہیں۔ تاکہ ان کے دل کا آئینہ نادر نقوش کو قبول کرے"۔

ایسا جگیاسو موکش اچھیا کو لیکر مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور پر خلوص عقیدت سے التجا کرتا ہے کہ اے بھگون مجھے کرپا کر کے بتایئے کہ میں کون ہوں؟۔ سنسار میں کیوں آیا ہوں؟ سنسار کے دکھوں سے مجھے کیسے رہائی مل سکتی ہے؟ اور پرمانند کی پراپتی کا کیا سادھن ہے؟

بقول۔ خود شناسی کی جسے لگن ہوتی ہے۔ اس کی بدھی ہی جستجو میں مگن ہوتی ہے
در مرشد پہ رسائی کے بنا یہ محال ہے گوبند۔ رحمت مرشد ہی آئینۂ دل میں جلوہ فگن ہوتی ہے"

بقول :- جسم باطن ہیں زیا نشتر نگاہ تیز کا - کٹ گیا وہ زنگ محسوسات کفر انگیز کا

مذکورہ سوالات کے جواب میں ستگور زیو جی کرپا کر کے فرماتے ہیں کہ اے پیارے تیرا بدھی روپی شیشہ الٹا ہے۔ جب تک وہ سیدھا نہیں ہوگا۔ تب تک تو اپنے آپ کی پہچان نہیں کر سکتا۔ جیسے نیواڑی کی دوکان پر لگا ہوا شیشہ بازار سے گذرنے والی سب چیزوں کو دکھاتا ہے۔ لیکن نیواڑی اس میں اپنا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔ اگر وہ اپنا چہرہ دیکھنا چاہے تو آئینہ کا رُخ اپنی طرف کرنا پڑیگا۔ اسی طرح تیری بدھی روپی شیشہ کا رُخ نام روپ پرپنچ کی طرف ہے جس کے کارن تو آورن دوش میں بتلا ہے۔ جس نے چاروں طرف سے تجھے گھیر رکھا ہے۔ اور تیری حقیقی اور ویا پک "میں" کو جسم خاکی روپی پنجرہ میں بند کر دیا ہے۔ تیری درشٹی محدود ہو گئی ہے۔ اپنے فانی جسم۔ اسکے لواحقین اور دیگر تعلقات یعنی اس پرپنچ کو جو کہ تغیر پذیر اور ناشوان ہے۔ اُسے تُو نے حقیقی مان رکھا ہے۔ گویا اناتم میں آتم اور انیتیہ میں نتیہ بدھی کر رکھی ہے اور انہیں کے کارن تو اس سدا قائم نہ رہنے والے جسم خاکی کو قائم دائم اور حقیقی سمجھ بیٹھا ہے اور یہی جہالت ہے۔

بقول بس
بھول کے چکر میں انساں سرگرداں ہے - تن خاکی میں گرفتار من حیراں و پریشاں ہے "
خود شناسی ہی اس کا واحد علاج ہے گوبند - اس کے بغیر حقیقت کب ہو سکے عیاں ہے۔

صرف اسی پر بس نہیں یہ جسم خاکی جو گندگی کا تھیلا ہے۔ اپوتر اور ناپاک ہے اسے حسین اور متبرک جان کر تو اس کے بناؤ سنگار میں غلطاں ہے۔ اور اسی کے لگاؤ سے استری اور پتر کے موہ روپی دلدل میں پھنسا ہوا ہے جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے۔ یہ جسم جو روگوں کا گھر ہے۔ دُکھوں کی کان ہے اس سے سُکھ اور شانتی کی تمنا رکھنا ریت سے تیل نکالنے کے سمان ناممکن ہے تو اُسے سُکھ کا سادھن جان کر اس کے لئے دھن سمپتی اور مان پرتشٹھا حاصل کرنے کے چکر میں سرگرداں ہے اور انجام میں سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

پاؤن پنیت گوربانی کے انوسار۔

پتر کلتر ار لکشمی مایا
ان سے کہو کونے سُکھ پایا

مذکورہ چار پرکار کی وپریت بھاونا یا حد جہالت جس کی چار دیواری میں تو گھرا ہوا ہے جب تک اس سے نجات نہیں ملتی تب تک اس جسم کی قید سے رہائی یعنی نرما سکتی محال ہے اور اس رہائی کے بغیر اپنے آپکی پہچان نہیں ہو سکتی اور ماسوائے خود شناسی حقیقی سکون اور سُکھ کیسے مل سکتا ہے۔ سروپ ابدی جو کہ تیرا ہی تھا۔ اس بھول اور جہالت نے تجھے ہمیشہ کے لئے اُس سے محروم کر رکھا ہے۔

بقول : بھولا بابا جی :-

اس دیہہ کو میں مان کر آنند اپنا کھو دیا - تھا ست سو متھیا ہوا چیتن تھا جڑھ ہو گیا
دس گھونٹ میں جو پورن تھا وہ کھاٹ بھر کا بن گیا - تھا بھوپ سو بھکشا بنا سوراج تھا سو چھن گیا

بقول ساعر - تو ہمی از حق ازانی کز خودی و خود پُری - پُر ز حق اندم شوی کز خویشتن گردی تہی

ارتھ۔ تو آتم آنند سے اسلئے محروم ہے کیونکہ خودی کے جال میں گرفتار ہے جبتک ہر یہ رُوپی مندر کو اس سے خالی نہیں کریگا تب تک رحمت حق سے محروم رہیگا یعنی کچھ بنناہی حقیقت سے کوسوں دُور رہتا ہے۔

حباب جبتک اپنی جزوی خودی کو گُم نہیں کرتا کبھی بحر سے ایک نہیں ہو سکتا۔ جبتک خودی کا ایک ذرّہ بھی تمہارے آئینۂ دل کو مکدر کئے ہوئے ہے۔ تب تک حقیقت کا روئے زیبا دیکھنا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔

بقول:۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر ؎

گشتی بوقوف بر مواقف قانع — شد قصد مقاصدت ز مقصد مانع
ہرگز نشود تا بکس کشف حجب — انوار حقیقت از مطالع طالع

تو دیدہ دانستہ تعینات پر قناعت کر کے بیٹھ گیا اور دُنیاوی مقاصد کے حصُول کا ارادہ تیرے حقیقی مقصد میں حائل ہو گیا۔ جب تک کسی آنکھ سے تعینات کا پردہ نہیں اُٹھتا۔ انوارِ حقیقت اپنی جائے طلوع سے ظاہر نہیں ہوتے یعنی انسان جب تک تعینات وکثرت میں مُبتلا ہو۔ انوارِ حقیقت کے مشاہدہ سے قاصر رہتا ہے۔"

یہ لازوال "میں" یہ لافانی اور لامحدود "میں" جو کہ تیرا اصلی سُروپ ہے جو کہ تیرا اپنا آپ ہے وہ وپریت بھاونا اور بھُول بھلیوں کے چکرّ میں بھٹک رہی ہے اور محدودیت کی قید میں دم توڑ رہی ہے۔ جب تک تو اسے گمراہی کے چکرّ سے نجات دلا کر جاگزیں نہیں کریگا تب تک حقیقی خوشی کا منہ دیکھنا محال ہے جب یہ بحر بے پایاں "میں" اپنی اصلی شان کو بھُول کر نام روپ کی شیدا ہو جاتی ہے اور ظاہری نمائش کو ہی اپنا مقصد حیات مان لیتی ہے اُسوقت تمام رنج والم کی دُنیا ظاہر ہو جاتی ہے۔ تمام قسم کی پریشانیاں اُسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں۔ لیکن جونہی چشم حقیقت وا ہوتی ہے اور نظر باطن کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ تو ایک لا انتہا ہستی کا نظارہ اس کے سامنے یُوں بول اُٹھتا ہے۔

کر ترک خودی کو عادت کو اور قطرے سے دریا بن جا
ہو محو ذرا اصلیت میں اور ذرّے سے صحرا بن جا
کیا ہوئے صحرائی تو۔ جو بھُولا ہے یوں ملنے کو — کیوں جنگل میں سرگرداں ہے تو اپنا ہی شیدا بن جا

خود شناسی کیلئے جسم کی کتاب کو بغور پڑھنا ضروری ہے یعنی وویک وتی بدھی دوارا اسکی کھوج کرنے سے ہی تمام سوالات کا جواب مل سکتا ہے اور مقصد حیات کے حصُول کے لئے رہنمائی نصیب ہوتی ہے۔

بقول۔ مہاتما دھرم داس جی ؎

پوتھی تن کی گورو سے جو جن پڑھے وچار — چار وید کھٹ شاستر کا تت کھین پاوے سار
تت کھین پاوے سار اور کچھ رہے نہ پڑھنا — اُپجے چت میں شانت لنسے چنتا اور سڑنا
دھرم داس اس بنا اور ودیا سب تھوتھی — کبھی نہ ہووے گیان پڑھے بھاویں لکھ پوتھی

نذکورہ کنڈلی پر مکمل وچار اور چار پرکار کی وپریت بھاونا کا وویک۔ مضمون اگلی قسط میں واضح کیا جائے گا۔ "اوم شم۔"

اوم

آرزوئے سالک

نتیجۂ طبع امر لال سالک جیندی گڑھ

تو اگر چاہے تو گھر گھر تیرا چرچا ہو جائے
ذرے ذرے سے نمایاں تیرا جلوہ ہو جائے

مثل مجنوں میں ہر اک دشت کو آباد کروں
کاش مجھ کو جو تیرے حسن کا سودا ہو جائے

دل میرا حق کا شناسا جو نہیں ہو سکتا
جو شناسا ہے اُسی کا ہی شناسا ہو جائے

جس طرح میری تمنا ہے نہ ایسا ہو اگر
جو میرے حق میں رضا ہے تیری ویسا ہو جائے

اسقدر بندۂ تسلیم و رضا ہو جاؤں
نہ رہے فکر کہ ایسا نہ ہو ایسا ہو جائے

یا تو ناکام میری کوئی تمنا نہ رہے
یا تمنا میری خود تیری تمنا ہو جائے

کاش تو آئے نظر ان میری آنکھوں سے کہیں
تیرا کچھ کم نہ ہو اور کام کسی کا ہو جائے

دل سنا ہے کہ تیرا واقف و اقراری ہے
پردہ ہٹ جائے وہ پھر ویسے کا ویسا ہو جائے

یا تو یہ پردہ ہٹے جلوہ نظر آ جائے
یا جو آتا ہے نظر، جلوہ ہی جلوہ ہو جائے

کاش مرشد کی عنایت سے ملیں وہ آنکھیں
جو بھی پوشیدہ و پنہاں ہے وہ پیدا ہو جائے

اب تو یہ ہے کہ کسی کا بھی نہیں ہے شاید
وہ کرم کر کہ یہ سالک بھی کسی کا ہو جائے

اوم اوم

پرماتما کے پرتکھش درشن

شنکا سمادھان

از:- ایڈیٹر،

پرشن :- میں اوم کا خریدار تو نہیں ہوں کبھی کبھی اس کو پڑھنے کا شوق ضرور رکھتا ہوں عام لوگ پرانے دقیانوسی خیالات کے زیر اثر پرماتما واہگورو، خدا، اللہ۔ گاڈ وغیرہ کا یقین رکھتے ہیں لیکن مجھے تو یہ ایک وہم سا نظر آتا ہے اگر کوئی خدا پرماتما ہو تو نظر بھی آئے میں تو صرف اسی چیز کو مانتا ہوں جو آنکھوں سے دیکھی جائے۔ باقی سب لغو اور جھوٹ ہے۔ اگر آپ کوئی طریقہ ایسا بتا سکیں کہ جس سے پرماتما کے پرتکش درشن ہو سکیں تو میں آپکا رسالہ جاری کراؤں گا۔ اور کئی اور خریدار بھی بنا دوں گا۔" نارائن سنگھ "

اُتر :- پیارے سجن! جو آپ نے پرشن کیا ہے، یہ صرف آپکا ہی نہیں بلکہ آجکل کی دُنیا میں انیکوں پُرشوں کا ہے۔ اور اسکے اتر میں جتنا بھی لکھا جاوے اُتنا ہی تھوڑا ہے، چونکہ ان چمڑے کی آنکھوں سے پرماتما کے درشن نہیں ہو سکتے اور صرف دل کی آنکھوں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو بھی دل کی آنکھیں کھولنی ہوں گی۔ جن جن مہاں پرشوں نے ان چمڑے کی آنکھوں کا رخ اندر کی طرف کر کے دل کی آنکھ کھول لی ہے۔ اُنکی شہادت سے ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرماتما ہے بلکہ سوائے پرماتما کے اس سنسار میں دوسری وستو ہی کوئی نہیں، جو کچھ بھی آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ یہ بھی دراصل پرماتما ہی ہے۔ اصلیت میں آپ دیکھتے تو پرماتما کو ہی ہیں لیکن چونکہ آپکی بدھی کا (تیسرا نیتر) گیان چکشو نہیں کھلا۔ اس لئے آپکو پرماتما کی بجائے نام رُوپ جگت ہی نظر آتا ہے۔ صراف کی نظر میں تمام زیور سونا ہی ہیں۔ لیکن جسکی نظر سونے پر نہیں۔ وہ سونے کو دیکھتا ہوا بھی نہیں دیکھتا اور کہتا ہے کہ یہ مالی ہے۔ یہ کڑا ہے۔ یہ نتھ ہے۔ یہ چوڑی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب اسکی نظر بھی صراف کی طرح سونے کو دیکھے گی۔ تو زیورات سونے میں کلپت پرتیت ہونے لگیں گے۔ جیسے آپ اندھیرے میں رسّی کو دیکھتے ہیں اور اس میں سانپ کا وہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ دراصل ہر و دیاپک برہم کو ہی دیکھ رہے ہیں اور اس میں آپ کو جگت کا وہم ہو رہا ہے۔

نامدیو جی فرماتے ہیں؟ ایک بیاپک پورن۔ جت دیکھوں تت سوئی۔ مایا چتر وچتر اُدھ بھت۔ ورلا بُجھے کوئی۔

سب گوبند ہے۔ سب گوبند۔ ہے گوبند بن نہیں کوئی
جل ترنگ اور پھین بدبدا جل سے بھن نہ ہوئی
ہنھیا بھرم اور سپن منورتھ، سبھت پدارتھ جانے
کہت نامدیو ہری کی رچنا دیکھو ہردے بچاری

سُوت ایک منی سہس پرودے اوت پوت پربھو سوئی
یہ پرپنچ پار برہمہ کی لیلا وچرت آن نہ ہوئی
سو گرنی جو گورو اپدیشا۔ جاگت ہی من ملنے
گھٹ گھٹ انتر سرب نرنتر۔ کیول ایک مراری

عاشق ہے تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان
تنہا نہ اُسے اپنے دلِ تنگ میں پہچان

ہر آن میں ہر بات میں ہر ڈھنگ میں پہچان
ہر باغ میں ہر دشت میں ہر رنگ میں پہچان

بے رنگ میں بار رنگ میں نیرنگ میں پہچان
ہر تال میں ہر راگ میں ہر آہنگ میں پہچان
منزل میں مقامات میں فرسنگ میں پہچان
ہر راہ میں ہر ساتھ میں ہر سنگ میں پہچان
ہر عزم ارادہ میں ہر اُمنگ میں پہچان
ہر دُھوم میں ہر صلح میں ہر جنگ میں پہچان
عاشق ہے تو دلبر کو ہر رنگ میں پہچان

لکشمی کی پراپتی کے سادھن

پرشن :- آپ کی چھپی ہوئی چٹھی ملی مجھے رسالہ اوم سے بہت پریم ہے جب یہ لاہور سے شائع ہوتا تھا تب بھی میں اس کو منگواتا تھا۔ دہلی میں بھی دو تین سال منگواتا رہا لیکن جب آپ نے چندہ =/13 روپیہ سالانہ کر دیا تو اس قدر چندہ ادا کرنا میری سامرتھ سے باہر ہو گیا اور مجبور ہو کر مجھے اس دھارمک پرچے سے محروم ہونا پڑا۔ پاکستان بننے کے بعد مجھے اس قدر مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں میں جو کام کرتا ہوں اُس میں نقصان ہو جاتا ہے گھر میں کلہہ کلیش رہتا ہے۔ چونکہ اخراجات بڑھے ہوئے ہیں لیکن آمدنی نفی کے برابر ہے شریر نربل ہو چکا ہے غموں اور فکروں میں دن بیت رہے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ قسمت کوئی چیز نہیں لیکن اپنی زندگی کے تجربات سے میں واضح الفاظ میں کہنے کے لئے تیار ہوں کہ پرشارتھ کوئی چیز نہیں کیونکہ پرشارتھ بھی قسمت کے آدھار پر ہے جب قسمت اچھی ہو۔ تب ہی پرشارتھ ہوتا ہے اور کامیابی ہوتی ہے۔ ورنہ انسان مارا مارا پھرتا ہے کیا اس قسمت کو درست کرنے کا کوئی اپائے ہے؟ میری دیوتاؤں اور منتروں پر پورن شردھا ہے لکشمی کی پراپتی کے لئے کوئی منتر اور سادھن لکھیں تاکہ میری مالی مشکلات دور ہوں۔ اور میں رسالہ اوم کو جاری کرا سکوں۔"

(رام لال نئی دہلی)

اُتر :- ایک لڑکا امیر گھرانے میں پیدا ہوا۔ ابھی وہ پانچ سال کا ہی تھا کہ اس کے ماں باپ سورگباش ہو گئے۔ اس کے رشتہ داروں نے تمام نقدی خرد برد کر دی صرف چند اشرفیاں جو کہ ایک برتن میں ڈالکر دیوار کے ایک کونے میں اُس کے باپ نے دبا رکھی تھیں وہ موجود تھیں جس کا علم اُس لڑکے کی بھوا کو ہی تھا۔ لڑکا جب بالغ ہوا۔ تو اس کو بیماری ناداری کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ بہت دُکھی ہوا۔ اُس کی بھوا کو ترس آیا۔ اور اس نے جگہ کھود کر اشرفیاں نکال دیں اور اس کو مالا مال کر دیا۔

ہم ہندوؤں کی حالت بھی اُسی نابالغ لڑکے کی طرح ہے جس کو اپنے خزانہ کا علم نہ ہونے کے سبب کشٹ اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ ہمارے رشی منیوں نے اپنے یوگ بل سے ایسی ایسی دِویہ شکتیوں کا سُراغ لگالا اور ایسے ایسے شکتی شالی منتر ایجاد کئے جن کو شردھا پوروک جپنے اور دیوتاؤں کا آواہن کرنے سے پہاڑ جیسی مشکلات بھی دنوں میں دور ہو جاتی ہیں۔ افسوس کہ ہمیں اپنے دھرم شاستروں پر شردھا نہیں رہی اور شردھا نہ رہنے سے ہم کسی بھی منتر یا دیوتا سے لابھ نہیں اُٹھا سکتے۔ ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار تھے وہ دو تین لاکھ کی جائداد کے مالک تھے اور ایشور بھگت تھے وہ فرماتے تھے کہ زندگی میں ایک دفعہ

اُن پر ایک ایسا گرہ چکر آیا کہ وہ جو بھی کام کرتے۔ اس میں نقصان ثمر پر روگی۔ لواحقین مخالف۔ طبیعت میں بے چینی اور غصہ بیماری اور ناداری نے کچومر نکال دیا۔ وہ مایوس ہو کر گھر سے بھاگ گئے اور سوچا کہ ایسی زندگی سے تو موت اچھی۔ ہر دوار پہنچے۔ صبح شام اشنان ایک وقت بھوجن۔ کسی کے ساتھ بات چیت نہیں۔ پورن مون برت۔ اور ہر کی پوڑی پر بیٹھ کر صبح ۳ بجے سے ۱۲ بجے تک گائتری کا جاپ شروع کر دیا۔ دو مہینے لگاتار نیم پوروک کرنے سے شریر میں طاقت من میں شانتی اور پرم آنند کا انوبھو ہونے لگا۔ گھر واپس آئے۔ پھر اپنا کاروبار شروع کیا دن بدن ترقی ہوتی گئی۔ کھانڈ خرید لی۔ بھاؤ تیز ہو گیا۔ اور سینکڑوں سے ہزاروں روپے بن گئے۔ گائتری منتر میں کمال کی شکتی دیکھی۔ ایک مہاتما نے انّ پورنا ستوتر لکھا دیا۔ جس کو وہ روزانہ دو وقت پڑھا کرتے تھے وہ فرماتے تھے کہ اس ستوتر کو شردھا پوروک پڑھنے سے دھن دھانیہ یعنی لکشمی سے منش مالامال ہو جاتا ہے۔ نیز لکشمی منتر کے جاپ سے اور دیوالی کے روز لکشمی پوجن کرنے سے مفلسی دور ہو جاتی ہے۔ انّ پورنا ستوتر۔ جنوری ۱۹۷۱ء کے سالانہ اُپاسنا انک میں شائع کیا جاویگا۔ فی الحال لکشمی اشٹکم درج کیا جاتا ہے۔

مہالکشمی اشٹکم

ईन्द्र उवाच —:

(1) नमस्तेऽस्तु महा माये श्री पीठे सुर पूज्यते शंख चक्र गदा हस्ते महा लक्ष्मि नमोऽस्तु ते। (2) नमस्ते गरूड़ा रूढ़े कोला सुर भयङ्करि, सर्व पाप हरे देवी महा.... (3) सर्वज्ञे सर्व वरदे सर्व दुष्ट भयङ्करी सर्व दुःख हरे देवि महा.... (4) सिद्धि बुद्धि प्रदे देवि भुक्ति मुक्ति प्रदायनि। मंत्र मूर्ते सदा देवी महा...... (5) आद्यन्त रहिते देवि आद्य शक्ति महेश्वरी, योगजे योग सम्भूते महा.....
(6) स्थूल सूक्ष्म महा रौद्रे महा शक्ति महोदरे, महा पाप हरे देवि महा
(7) पदमासन स्थिते देवि पर ब्रह्म स्वरूपिणि, परमेशि जगन्मातर् महा.... (8) श्वेताम्बर धरे देवि नानालङ्कार भूषिते, जगत्स्थिते जगन्मातर् महा.....

اندر اُواچ

(۱) نمستے تو مہا مائے شری پیٹھے سر پوجیتے شنکھ چکر گدا ہستے مہالکشمی نموستوتے
(۲) نمستے گرڑا روڑھے کو لاسُر بھینکری سرو پاپ ہرے دیوی مہالکشمی نموستوتے

(3) سرو گیتے سرو ورد ے سرو دشٹ بھینکری — سرو دکھ ہرے دیوی۔ مہالکشمی نموستوتے

(4) سدھی بدھی پر دیہ دیوی بھگتی مکتی پر دائینی — منتر مورتے سدا دیوی۔ مہالکشمی نموستوتے

(5) آدیہ انت رہتے دیوی آدیہ شکتی مہیشوری — یوگ جے یوگ سمبھوتے مہالکشمی نموستوتے

(6) ستھول سوکھشم مہا رودرے مہا شکتی مہودرے — مہا پاپ ہرے دیوی۔ مہالکشمی نموستوتے

(7) پدم آسن ستھتے دیوی پر برھم سروپنی — پرمیشی جگن ماتر مہالکشمی نموستوتے

(8) شویتا مبر دھرے دیوی نانا النکار بھوشتے — جگت ستھتے جگن ماتر مہالکشمی نموستوتے

(نوٹ):- دیوالی کی رات کو لکشمی پوجن ودھی پوروک کرنے سے دریدرتا (غریبی) دور ہو جاتی ہے۔ ہر آستک پرش کو دیوالی کے شبھ مہورت پر لکشمی پوجن کرنا چاہیئے۔ اور کرم کانڈی ودوان براہمنوں کو دان دینا چاہیے۔ غریبوں کی یتھا شکتی امداد کرنی چاہیئے"

شری لکشمی منتر" اونگ ہرینگ شرینگ نمہ

ॐ ह्रीं श्रीं नमः

۱۰۰ بار جاپ تین بار فی دن۔ گیارہ دن کرنے سے لکشمی ورد ہوتی ہے۔

اسکے ودھی پوروک جاپ سے دریدرتا یعنی کنگالتا غریبی دور ہوتی ہے۔ یہ لکشمی کا بیج منتر ہے۔ دیوالی (دیپ آولی) کی رات کو اس منتر کا جاپ کرتے رہنا چاہیئے"

جہان سے مہان روگ دور کرنے کا منتر اور ودھی

از یوگ واششٹ۔ اُتپتی پرکرن۔ وشوچکا وہار ورنن۔

ॐ ह्रीं ह्रां रीं रां विषणु शक्तये नमः ।

ॐ नमो भगवति विषणु शक्तिमेनां ।

ॐ हर हर नय नय पच पच मथ मथ

उत्सादय दूरे कुरु स्वाहा ॥

हिमवंतं गच्छ जीव सः सः चन्द्र मण्डल गतो

ऽसि स्वाहा ॥

روگی یہ خیال کرے کہ وہ چندرما کے منڈل امرت کنڈ میں بیٹھا ہے۔ اور روگ دور ہو رہا ہے۔ اس منتر کو لکھ کر منتر جاننے والا اپنے بائیں ہاتھ میں باندھ لے اور بائیاں ہاتھ داہنے ہاتھ میں لگائے ہوئے داہنے ہاتھ سے منتر پڑھتا ہوا شچی یعنی پوتر ہو کر روگی کا مارجن کرے۔ ہر پرکار کا روگ دور ہو جائے گا۔ (کسی کرم کانڈی ودوان پنڈت سے مارجن کرانا چاہیئے۔"

اوم اوم

"تلاش"

(از قلم شری جگن ناتھ "کھنہ" صفی)

جس طرح رہتی ہے خوشبو پھول میں — عکس آئینے میں ہے پیش نظر
رم رہے ہیں تجھ میں ویسے ہی پربھو — کیوں بھٹکتے پھرتے ہو تم اے بشر

ماسوا اُنکے ہے کیا ہستی تری — تیرے گھٹ گھٹ میں ہیں وہ ہی رم رہے
باطنی آنکھوں سے کر دیدار وہ — کس لئے باہر ہو اُن کو ڈھونڈتے؟

کرن سُورج میں ہے جاتی جوں سما — ندی ہیں ساگر میں ترنگیں ہو رہی،
ملگیا پرکاش میں پرکاش جب — کام سب ہو جائے گا پورا تبھی

رات دن جس کام میں مصروف ہو — وہ ہے پیشانی تمھاری پر لکھا
کس طرح سکتے ہو تم اس سے چھپا — بیٹھا اندر جو ہے سب کچھ دیکھتا

جب نہ دُنیا میں تھا شکلوں کا ظہور — نہ بدی تھی اور کہیں نیکی نہ تھی
نہ بلندی تھی نہ پستی تھی کہیں — نہ تھی وسعت اور کہیں تنگی نہ تھی

اوم اوم

سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

(پنڈت بھارت بندھو بی اے بی ٹی)

ہر سال۔ دیوالی کا تیوہار متبرک یادیں لے کر آتا ہے۔ اس دن برائی پر فتح حاصل کر کے مریادا پرشوتم بھگوان رام چندر جی ایودھیا میں لوٹے اور وہاں کے رہنے والے خوشی سے ناچ اٹھے۔ انہوں نے چراغ جلائے اور خوشیاں منائیں۔ دیوالی کے دن ہی ہندو دہرم کے رکھشک اور دنیا بھر میں ویدک دھرم کا پرچار کرنے والے مہرشی سوامی دیانند جی سرسوتی نے نروان پراپت کیا اور زہر دینے والے اپنے رسوئیے کو بھی نہ صرف یہ کہ فراخدلی سے معاف کر دیا۔ بلکہ اپنی گرہ سے اُسے کرایہ دیکر چلتا کیا۔ پنجاب کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اس کی دھرتی پر اسی پوتر تیوہار کی روشنی میں ایک منور ستارہ دھرم و اخلاق کے آسمان میں نمودار ہوا جس نے نہ صرف بھارت بلکہ جاپان۔ امریکہ۔ مصر وغیرہ ممالک میں جا کر اس دیش کی عظمت و تہذیب تمدن کا ڈنکا بجایا۔ دیوالی کے دن ہی انہوں نے سنیاس لیا اور اسی دن وہ ریاست ٹہری میں گنگا ماتا کی ایک معاون بھرلنگنا ندی کی آغوش میں سما گئے۔

۱۸۷۳ء میں بالک تیرتھ رام کا مغربی پنجاب کے گوجرانوالہ ضلع میں مرالی والہ (جس کا نام انہوں نے بعد میں بدل کر مُراری والہ رکھا) میں گوسائیں ہیرانند نام کے ایک برہمن کے ہاں جنم ہوا۔ پیدائش کے چند روز بعد ہی ماتا کا دیہانت ہو جانے سے اس بچہ کی پرورش کا بوجھ اس کے بڑے بھائی گوسائیں گورو داس۔ بڑی بہن اور بعد میں بُوا پر آ پڑا۔ جیوتشیوں نے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر دنیا بھر میں شہرت حاصل کریگا۔ اور اس کو پانی سے خطرہ بنا رہے گا۔ یہ ہونہار بالک ابھی ۲½ سال کا ہی تھا کہ گاؤں کے مندر میں آرتی کا گھنٹہ سنکر رونے لگتا اور تب تک خاموش نہ ہوتا جب تک اس کے پتا اُسے وہاں نہ لے جاتے اور کتھا سننے کے لئے وہاں نہ ٹھہر جاتے۔ کہتے ہیں کہ کتھا کے دوران تیرتھ رام چپ چاپ اپنے پتا کی گود میں بیٹھا رہتا گویا وہ پنڈت جی کی ہر بات دھیان سے سن رہا ہو۔ وہ معمول سے زیادہ ذہین۔ گہرا سوچ بچار کرنے والا اور تنہائی میں رہنے کا شائق تھا۔

اُن دنوں پنجاب کی سرکاری زبان اُردو تھی۔ لہٰذا گاؤں کے مولوی صاحب سے تیرتھ رام نے ابتدائی تعلیم حاصل کی جب تیرتھ رام نے گوجرانوالہ میں جا کر اپنی تعلیم جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تو اس نے اپنے پتا سے درخواست کی کہ شکرانہ کے طور پر مولوی صاحب کو کچھ پیش کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بھینس اپنے بیٹے کے معلم کو نذر کی۔ گوجرانوالہ کے مشن سکول نے جس کے ہیڈ ماسٹر ان دنوں مسٹر چیٹر جی تھے۔ پنجاب کی ممتاز ہستیوں کو انٹرنس کا امتحان پاس کرانے کا شرف حاصل کیا ہے ان میں گوسائیں تیرتھ رام۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ پرنسپل دیوان چند۔ سر سندر سنگھ مجیٹھیا۔ چودہری سر شہاب الدین۔ بخشی رام رتن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں ممتاز درجہ حاصل کرنے کے بعد تیرتھ رام نے اپنے پتا سے لاہور جا کر تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ پریوار کے حالات اتنے اچھے نہ تھے۔ اس لئے گوسائیں ہیرانند نے اپنے بیٹے کو نوکری کر کے مدد دینے کی صلاح دی۔ مگر تیرتھ رام پڑھنے پر بضد تھا۔ چنانچہ وہ لاہور میں جا کر کالج میں

داخل ہو گیا۔ اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے اس کے پتا نے نہ صرف اُسے خرچ دینا بند کر دیا۔ بلکہ اس کی بیوی کو (ان کی شادی بچپن میں ہوئی تھی) بھی لاہور بھیجدیا۔ مگر سرسوتی کے اس اُپاسک نے ہمت نہ چھوڑی اور تمام [illegible] برداشت کیا۔ پڑھائی میں اسکی لگن کتنی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ رات کو پڑھنے کے لئے لیمپ کا تیل لیا جائے یا اس وقت کا کھانا کھایا جائے۔ چنانچہ اس نے پڑھائی کو ترجیح دیکر بھوکا رہنے کا فیصلہ کیا۔ اپنے دھرم گورو بھگت دھنّا مل کو ایک خط میں اس طالب علم نے لکھا کہ تعلیم کا سارا خرچ کرنے کے بعد اس ماہ میرے پاس خوراک کے لئے صرف تین پیسے روزانہ بچے ہیں جن میں سے دو پیسے کی روٹی دن میں کھاتا ہوں اور ایک پیسہ کی رات میں کیونکہ دال کچھ زیادہ لے لیتا ہوں۔ چونکہ ہوٹل والے نے دال کا استعمال زیادہ کرنے کی وجہ سے مجھے ایک پیسہ میں روٹی دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے میں نے ایک وقت ہی روٹی کھانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

گورنمنٹ کالج کے انگریز پرنسپل نے اس ہونہار نوجوان کی غیر معمولی قابلیت دیکھکر اس کا نام آئی۔ سی۔ ایس کے امتحان کے لئے بھیجنے کی خواہش ظاہر کی جب تیرتھ رام کو پتہ لگا تو پرنسپل صاحب کے قریب جاکر اس نے اس شفقت کے لئے شکریہ ادا کیا اور ڈبڈباتی آنکھوں سے عرض کی۔ جناب آپکی مہربانی کے لئے میں تہِ دل سے شکر گذار ہوں۔ مگر آپ کے اس شاگرد نے تعلیم اس غرض سے حاصل نہیں کی ہے۔ کہ وہ اپنی فصل کچھ لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دے۔ یہ تو عوام الناس میں مفت تقسیم کرنے کے لئے ہے۔

ریاضی میں خاص دلچسپی ہونے کی وجہ سے تیرتھ رام کو یونیورسٹی امتحان میں پچیس اور پندرہ روپئے کے دو وظائف ملے اس رقم سے بھی وہ اپنے آپ کو شاہ ماننے لگا اپنا خرچ چلانے کے ساتھ وہ بھگت دھنّا مل کو اور انکی وساطت سے پتا کو روپیہ بھیجتا اور حاجتمند طلبا کو بھی مالی امداد دیتا۔ بعد میں ٹیوشن کا کام کر کے بھی اس نے اپنی مشکلات پر عبور حاصل کیا۔ چنانچہ اس کے اپنے ہم عمر رائے بہادر رام سرن داس۔ سر سندر سنگھ مجیٹھیا کو پڑھانا شروع کر دیا۔ بی اے امتحان اعلیٰ درجہ میں پاس کرنے کے بعد تیرتھ رام نے ریاضی میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ کہتے ہیں کہ ریاضی کے پرچہ میں ممتحن نے تیرہ میں سے کوئی سے نو سوال حل کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر روشن دماغ تیرتھ رام نے تمام سوال کر کے کوئی سے نو سوال دیکھنے کی درخواست کی۔

ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد تیرتھ رام سیالکوٹ کے ایک سکول میں ٹیچر بنے۔ اپنے مختصر قیام کے دوران میں ایک بار انہوں نے اشد ضرورت ہونے پر کسی سے دس روپئے اُدھار لئے انہوں نے نہ صرف وہ رقم ادا کی بلکہ شکرانے کے طور پر کئی ماہ تک دس روپئے ماہوار اُسے دیتے رہے۔ اور اس کے اصرار پر بھی اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔ قریباً ایک سال سیالکوٹ رہ کر تیرتھ رام لاہور کے مشن کالج میں ریاضی کے پروفیسر بن گئے۔ مگر بلندیوں پر پرواز کرنے والا تیرتھ رام کالج کے تنگ گھیرے میں عرصہ تک نہ رہ سکا۔ انہی دنوں سوامی وویکانند جی لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ اُن کے لیکچروں کا انتظام گوسائیں تیرتھ رام نے کیا جو اس وقت سناتن دھرم سبھا کے جنرل سکیرٹری تھے۔ جب سوامی شنکر آچاریہ لاہور میں آئے تو تیرتھ رام سنیاس لینے پر بضد ہو گیا اور کالج کو خیرباد کہہ کر تیرتھ رام سے رام تیرتھ بن گیا۔ دیوالی کے دن سنیاس لینے کے بعد اپنے پتا کو اپنے خط میں سوامی جی نے لکھا

کل دیوالی تھی۔ رات کو میں نے بھی جوا کھیلا اور وہ تھا اپنے پربھو کے ساتھ۔ اس میں میں ہار گیا۔ اور میں نے اپنا تن من سبھی اُس کے ارپن کر دیا ہے۔ اب سے آپ کو جو بھی ضرورت ہو سیدھے میرے بھگوان سے مانگیں کیونکہ میرا مالک وہ ہے۔"

آخر وہ دن بھی آگیا جب یہ نوجوان سنیاسی لاہور سے ہردوار کے لئے چل پڑا۔ کہتے ہیں کہ اُنکی روانگی کا نظارہ نہایت درد ناک تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں اُن کے مدّاح ایک بڑے جلوس کی شکل میں لاہور سٹیشن پر پہنچے! وہاں آنکھوں میں آنسو بھر کر انہوں نے اپنے محبوب کو الوداع کہی۔ ہردوار سے رشی کیش، بدری ناتھ، کیدار ناتھ وغیرہ تیرتھوں میں گھومنے اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے سے سوامی رام تیرتھ کو حقیقی راحت حاصل ہوئی۔ اُن دنوں ٹیہری گڑھوال کے مہاراجہ کیرتی شاہ کو یہ پتہ لگا کہ جاپان کی راجدھانی میں تمام مذاہب کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے سوامی کو اور اُنکے چیلے نارائن سوامی کو وہاں جانے کے لئے راضی کر لیا۔ اور تمام خرچ خود برداشت کرنے کا ذمہ لے لیا۔ چنانچہ دونوں جاپان پہونچے۔ مگر وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ کوئی کانفرنس نہیں ہو رہی ہے۔ لہٰذا سوامی جی نے جاپان کے کچھ شہروں میں جا کر لیکچر دیئے۔ ان میں "سپھلتا کا رہسیہ" (کامیابی کا راز) بڑا مشہور ہے۔

ایک دن جاپان سے امریکہ جانے والے ایک سمندری جہاز میں بھارت ماتا کا یہ لال سوار ہو گیا۔ جب جہاز بندرگاہ میں لنگر ڈالا تو تمام مسافر اپنے اپنے احباب کے ساتھ جو اُن کو لینے آئے تھے چلے گئے۔ مگر یہ سنیاسی تختۂ جہاز پر گھومتا دکھا گیا۔ ایک امریکن نے اس سے پوچھا "آپ کا سامان کہاں ہے؟" جواب ملا "یہی جو میں نے خود اٹھایا ہوا ہے" پھر سوال ہوا کیا آپ کے پاس روپیہ پیسہ ہے؟ سوامی جی نے کہا کہ مجھے کسی روپے پیسہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حیرت زدہ امریکن نے پھر دریافت کیا کہ کیا اس ملک میں آپ کا کوئی رشتہ دار یا دوست رہتا ہے؟ جواب اثبات میں ملا۔ دریافت کیا وہ کون ہے اور کہاں ہے؟ سوامی جی نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اُسی کے کندھے پر رکھ دیا۔ اور کہا کہ میرا وہ عزیز دوست یہ ہے۔ اس امریکن نے سوامی جی کی طرف دیکھا اور وہ اتنا متاثر ہوا کہ وہ فوراً اُن کو اپنے مکان پر لے گیا۔ اور بہت دن تک اپنے پاس رکھکر اُن کی سیوا کرنے کا فخر حاصل کیا۔

امریکہ میں اپنے قیام کے دوران سوامی جی نے جگہ جگہ جا کر بھارت ماتا کی عظمت اور وشو پریم کا امریکنوں کو سندیش دیا۔ اُس وقت کے پریذیڈنٹ روزویلٹ بھی اُن کو ملنے آئے۔ سوامی جی نے اُنکو ایک مراسلہ پیش کیا جس میں ہندوستان سے آنے والے طلباء کو مراعات دینے کی اپیل کی گئی تھی۔ سوامی جی نے ایک بار تین میل کی لمبی دوڑ میں بھی شرکت کی اور اول آئے جب ان کو انعام پیش کیا گیا تو انہوں نے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دوڑ انعام کے لئے نہیں کی تھی۔ ایک دفعہ اپنے اکلوتے بیٹے کی موت سے غمزدہ ایک نوجوان امریکن عورت سوامی جی کے پاس آئی۔ سوامی جی نے اُسے بہت تسلی دی اور آخر یہ صلاح دی کہ تم کسی حبشی کے بچے کو گود لے کر اس کی پرورش کرو اس نے ایسا ہی کیا اور عین راحت حاصل کی۔ ایک نہایت خوبصورت متمول امریکن عورت نے اپنا کروڑوں روپیہ کا سرمایہ سوامی جی کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی اور صرف یہ اجازت مانگی کہ وہ اپنا نام مسز رام لکھ لینے دیں سوامی جی نے مسکرا کر کہا بھارت کے سنیاسی کی نظر میں اس دولت کی کوئی وقعت نہیں ہے

تم مجھے ماں کے رُوپ میں اچھی لگتی ہو۔"

امریکہ سے بھارت واپس آتے ہوئے سوامی جی نے مصر کی راجدھانی قاہرہ میں جا کر ایک مسجد میں ڈھائی گھنٹہ کے قریب فارسی میں دھواں دھار تقریر کی جس کو سُنکر سامعین از حد محظوظ ہوئے بھارت میں آکر سوامی جی نے باہر سے حاصل کردہ اپنے تجربے سے اپنے دیش واسیوں کو واقف کرایا۔ اور جگہ جگہ جا کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اُن کی محبت کا دائرہ اب وسیع ہو گیا تھا اور خود اپنی آغوش میں تمام دُنیا کے باشندوں کو بٹھائے ہوئے تھے۔

۱۹۰۶ء کو دیوالی کے دن جب سوامی رام تیرتھ نے اپنی مختصر زندگی کے ۳۲ سال پُورے کئے تھے وہ اپنی جھونپڑی کے قریب بہتی بھلنگنا ندی میں اشنان کرنے کے لئے اُترے اور اپنے رسوئیے کی تاکید کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے ایک گرداب میں گھر جانے پر انہوں نے باہر نکلنے کی ناکام کوشش کی اور دیکھتے دیکھتے غائب ہو گئے۔

اس طرح کشمکش کی زندگی بسر کر کے اپنے بلند عزم پر قائم رہنے والا یہ رُوحانی ستارہ غروب ہو گیا۔"

اوم اوم

بھگوان مہاویر اور دیوالی

دیوالی۔ ایک ایسا مقدس اور خوشیوں بھرا تہوار ہے کہ اس روز بھارت ورش میں جتنے بھی مت متانتر ہیں۔ ان سبھی کے مہان پُرشوں کا کسی نہ کسی روپ میں آج ہی نروان یا جنم یا گیان ودس پڑتا ہے۔ بھگوان کرشن کا بھی دیوالی سے سمبندھ بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے جین بھائیوں کے لئے بھی دیوالی ایک مقدس تہوار ہے۔

جین مت کے اتہاس کے مطابق بھگوان مہاویر کا نروان آج سے ڈھائی ہزار برس پہلے دیوالی ہی کی رات کو ہوا تھا۔ جین مت کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ بھگوان مہاویر کے سمبھا منڈل کے سماپت ہونے پر اٹھارہ دیشوں کے راجاؤں نے رتنوں کا پرکاش کیا بعد میں وہ پرکاش ہر ایک راجہ کارتک کی اماوس کی رات کو ہر برس اپنے دیش میں کرنے لگا۔ اور انت میں وہی پرکاش دیوالی کے رُوپ میں بدل گیا۔ جینیوں کے لئے دیوالی کی تقدیس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ جس رات کو بھگوان مہاویر کا نروان ہوا تھا۔ اسی رات کو بھگوان کے سب سے بڑے شِشیہ شری اندر بھوتی جی گوتم کو برہم گیان پراپت ہوا تھا۔ اس گیان سے دُنیا کی ہر چیز کو پوری طرح جانا جا سکتا تھا۔

آج دیوالی کے روز جب ہم ستیہ اور اہنسا کے علمبردار بھگوان مہاویر کے جیون کو یاد کرتے ہیں تو ان کا یہ امر اپدیش ہمارے سامنے آتا ہے کہ جب تک انسان اپنا بھی شدھار نہیں کرتا۔ تب تک نہ وہ لوک اور سنسار کو جان سکتا ہے نہ ہی اس کا کلیان کر سکتا ہے۔ بھگوان مہاویر کا اُپدیش ہے کہ جو انسان خود پست ہو گا وہ راشٹر کا کلیان کیسے کریگا بھگوان مہاویر نے ہمیں جو شمع ہدایت دکھائی تھی۔ اس کا پیغام یہ تھا کہ انسان کو آزاد اور نیک بننا چاہیئے۔ ہر

انسان اپنے مستقبل کا خود معمار ہے اسے اپنی اندرونی دلوں کا جائزہ لے کر یہ جاننا چاہیے کہ وہ کیا ہے اور اسے کیا کرنا ہے۔

بھگوان مہاویر کا قول تھا کہ انسانی جسم کا حصول ہی اس کی بہبودی کا بنیادی راستہ ہے۔ انسانی جسم پانے کے بعد آتم شکتی کو بیدار کیا جائے۔ "بھگوان مہاویر نے جیو اور جینے دو" کا اصول آج سے ۲½ ہزار برس پہلے مرتب کیا تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کو نہ صرف زندہ رہنے کا حق دیتے تھے۔ بلکہ اس بات کی بھی تلقین کرتے تھے۔ کہ دوسروں کو خوشحال اور آسودہ بنانے کی ہر وقت کوشش کی جائے۔

بھگوان مہاویر کے نزدیک انسانی زندگی کا سب سے بڑا کام آتم روپ کو جاننا ہے۔ منش کی آتما ہی درشن اور گیان کا خزانہ ہے۔ اپنے آتم بل کو جگا کر مکمل سکھ حاصل کیا جا سکتا ہے جب شریر ختم ہو جائے تو بھی آتما زندہ رہیگی صرف اندریوں کے سکھ کو ہی سچا سکھ نہیں کہا جا سکتا۔

بھگوان مہاویر کا ارشاد تھا کہ اندریوں کے سکھ کو ہی سب سکھ نہ جان لو۔ یہ سکھ چند گھڑیوں کے لئے عارضی سکھ ہے شریر آج نہیں تو کل مٹ جائے گا۔ انسان کی اندرونی آتما خود اس بات کو بخوبی جانتی ہے کہ عارضی سکھ کا اثر زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ درحقیقت ہمارا جسم آتما کے سفر کے لئے ایک گاڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو انسان اندریوں کے سکھ کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ اپنے جسم کو ان کا غلام بنا دیتا ہے۔ اور اس طرح کا سکھ بھوگنے کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

درحقیقت انسان کی آتما امر ہے۔ آتما کا بل آتما کا گیان، آتما کا درشن اور آتما کا سکھ ہی ہمیشہ قائم رہنے والی چیزیں ہیں انسان کی عظمت اس کی انتر آتما میں چھپی ہوئی ہے۔ اس لئے انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو عیش عشرت کا غلام نہ بنا دے۔۔۔

اوم اوم

جس کو کہتے ہیں لوگ دیوالی

(اکمل جالندھری)

جس کو کہتے ہیں لوگ دیوالی ۔ وہ ستاروں کی ایک محفل ہے
دیپ روشن ہیں کیا منڈیروں پر ۔ ماہ پاروں کی ایک محفل ہے

آج دھرتی کے چپے چپے پر ۔ کون رشکِ شہاب اترا ہے
رنگ پر ہے تجلیوں کا ہجوم ۔ فرش پر ماہتاب اترا ہے

بام و در پر ہے روشنی طاری ۔ رات پر ہو رہا ہے دن کا گماں
بقعۂ نور بن گئی دنیا ۔ تیرگی کا نہیں ہے نام و نشاں

عارضِ حسن بے نقاب ہے آج ۔ دلنشیں عالمِ شباب ہوا
جگمگاتے ہیں خاک کے ذرے ۔ یعنی ہر ذرہ آفتاب ہوا

رہ گئی رنگ و نور میں ڈھل کر ۔ کیف زا بزمِ رنگ و نور ہوئی
آج کی رات کیا کہیں اکملؔ ۔ ایک موج مے سرور ہوئی

نوٹ :- آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر -/13 روپے مقرر ہے! اور وی پی منگوانے پر 14½ روپے ہے۔ اسلئے ہم ہر اوم کے خریدار کی سیوا میں نویدن کرینگے کہ وہ اس ڈیڑھ روپے کے زائد خرچ سے بچنے کیلئے مبلغ تیرہ ۱۳ روپے بذریعہ منی آرڈر اسی ماہ کے اندر بھجوا دیں۔ منی آرڈر کسی ذاتی نام پر ارسال نہ کریں۔ بلکہ صرف رسالہ اوم کچہری گیٹ دہلی ۶ کے پتہ پر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ خوشخط حروف میں لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو یہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں :- کہ میں پرانا خریدار ہوں"۔ اور اگر آپ نئے خریدار ہیں۔ تو یہ ضرور لکھئے۔ کہ "میں نیا خریدار ہوں"۔ چندہ ۳۰ نومبر ۱۹۷۰ء تک بھیجنے کی کرپا کریں۔ تاکہ سالنامہ آپ کو سالنامہ کے ڈسپیچ کی تاریخ سے پیشتر ہمیں مل سکے۔"

اوم

اوم

(اوم)

وچار دھارا

(از قلم - حکیم ریلداس مضطر)

بھونڈ اور بھنورا = بھنورا اور بھونڈ ہمشکل ہوتے ہیں۔ کالے سیاہ اور صاف بالکل کالے۔ رنگ دونوں کا ایک مگر گن جُدا۔ بھنورا پھولوں میں رہتا ہے۔ گلشن میں گھومتا ہے۔ بھونڈ گندی جگہ پر رہتا ہے۔ بدبودار استھان میں گھومتا رہتا ہے کہتا ہے۔ مختصر سُن لیجئے۔ دونوں کی دوستی ہو گئی۔ بھونڈ نے بھنورے کو دعوت دی۔ بھنورے کے گھر آ کر بھنورا گیا۔ دیکھا گندی جگہ۔ بدبو سے دماغ پھٹنے لگا۔ بولا۔ دوست میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ تمہارا گھر گندہ ہے۔ یہ کہہ کر بھنورا واپس لوٹا۔ اور آتے وقت اپنے متر بھونڈ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ دوسرے دن بھونڈ باغ میں گیا۔ دیکھا بھنورا ایک پھول پر بیٹھا خوشبو کا آنند لے رہا ہے۔ بھونڈ کو آیا دیکھکر بھنورا خوش ہوا۔ ایک اور پھول پر بھونڈ کو بٹھا دیا۔ ویسے تو باغ میں آتے ہی بھونڈ کے دماغ خوشبو کا آنند لینے لگا۔ ہر طرف بھینی بھینی خوشبو کی لپٹیں جو آ رہی تھیں لیکن اب پھول پر بیٹھکر تو اُسے اور ہی آنند پراپت ہوا۔ یہ بات تو ناظرین مان گئے۔ کہ بھونڈ نے بھنورے کی خدمت کس طرح کی۔ اور بھنورے نے کس طرح؟ در حقیقت یہ کتھا ست سنگ کی مہما ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ گندی جگہ میں رہنے والا بھونڈ بھنورے کی سنگت سے بھنورے سے بھی پہلے سورگ دھام پہنچ جاتا ہے۔ جو کہ بھونڈ اپنی زبان سے بھنورے کا دھنیواد کرتے وقت سورگ میں جاتے وقت کہتا ہے۔

نتیجہ تو نکل گیا۔ اب اس کتھا سے اُپدیش یہ ملتا ہے کہ ایک جگیا سو یا ست سنگی انسان کو کبھی بھی ایسے شخص کے پاس بیٹھنے سے پرہیز واجب ہے۔ کہ جو کو سنگی ہو یا جو پاپی۔ غلط راہ پر کیونکہ ایسے شخص کے پاس جاتے ہی وہ وہی کچھ شبد اپنی زبان سے ست سنگی یا جگیاسو سنائے گا۔ کہ جو اُس کے اندر ہوں گی۔ یعنی دُنیا داری کے یا بُرے وچاروں کے کیونکہ جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے۔ وہی اپنے مہمان کو وہی کچھ ہی تو پیش کر سکتا ہے۔ جس طرح بھونڈ کے پاس گندگی تھی۔ اور اُس نے گندگی سے ہی اپنے دوست بھنورے کی مہمان نوازی کی۔ اسی طرح بُرے خیالات والا انسان اپنے دوست خواہ وہ کیسا ہی نیک کیوں نہ ہو۔ بُرے خیالوں سے مہمان نوازی کریگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ نیک جگیاسو۔ ان بُرے خیالات کو سُنکر اس طرح بے قرار ہوگا۔ جس طرح خوشبو میں رہنے والا بھنورا بھونڈ کی بدبو سے۔ لیکن جس جگیاسو۔ سادھک۔ ست سنگی۔ اور ایشور بھگت کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنا ہے۔ تو اُسے چاہئے کہ وہ کبھی بھی کو سنگی اور دُراچاری کی سنگت نہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے اُنکی سنگت سے پرہیز کرے۔ ورنہ اُنکے بھگتی اور پریم سے جھکے ہوئے دل و دماغ میں بُرے وچاروں کی ایسی بدبو بس جاوے گی۔ کہ جس کے نتیجے میں وہ نہ تو اس دُنیا میں سُکھی جیون بسر کر سکے گا۔ اور نہ پرلوک میں۔

چمگادڑ یا اُلّو = چمگادڑ۔ اور اُلّو۔ کہتے ہیں۔ ان کو دن میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ سورج تک بھی نظر نہیں آتا۔

کسی نے اُلّو سے کہا۔ کہ دیکھ تو سہی بھگوان کی سرشٹی کیسی سُندر ہے۔ اور اس سُندر سرشٹی میں سُورج دیوتا کس طرح پرکاش کرکے ذرّہ ذرّے سے بھگوان کی کاریگری پرگٹ کر رہا ہے۔ اُلّو بولا۔ غلط۔ بالکل غلط۔ اگر سُورج ہوتا۔ اور بھگوان کی یہ سرشٹی اتینت سندر ہوتی۔ تو کیا مجھے نظر نہ آتی۔ مجھے دکھائی نہ دیتی۔ نہیں بالکل نہیں۔ نہ تو کہیں سُورج ہے۔ اور نہ ہی کہیں بھگوان کی سُندر سرشٹی۔ سب اندھکار ہی اندھکار ہے۔ مطلب یہ کہ بھگوان کی اس سرشٹی میں سُورج سب سے زیادہ پرکاشمان ہستی ہے۔ مگر اُلّو کے لئے نہیں۔

یہی حالت ہے اِن لوگوں کی۔ کہ جن کے دل کی آنکھ بند ہے۔ ہر وچاروان شخص بھگوان کو سروویاپک کہتا ہے۔ لیکن سروویاپک کہتے کہتے بھی اُس کے درشن کی اِچھّا رکھتا ہے۔ یعنی وہ زبان سے تو سروویاپک کہتا ہے۔ مگر من سے یقین نہیں رکھتا۔ دوسرے الفاظ میں اُس کے من کی یقین والی آنکھ بند ہے۔ جسکی وجہ سے وہ بھگوان کو سروویاپک کہتے ہوئے بھی اُسے کچھ نہیں پاتا۔ درحقیقت بھگوان سے زیادہ پرتکش اور کوئی بھی ہستی اس سنسار میں نہیں ہے۔ سب سے آسان بھگوت درشن ہے۔ اور سب سے کٹھن بھی بھگوت درشن۔ یعنی جس نے پورا یقین کرلیا۔ کہ ہر ذرّہ بھگوان کا سروپ ہے گویا اُس کے دل کی آنکھ کھُلی ہوئی ہے۔ وہ ہر وقت بھگوان کے درشن کرتا رہتا ہے۔ لیکن جس نے صرف زبان سے تو کہہ دیا۔ کہ بھگوان سروویاپک ہے مگر اس بات کا یقین نہیں ہے۔ اُسکے لئے یہ کام اتنا کٹھن ہے کہ شائد کئی جنموں میں بھی پورا نہ ہو پاوے۔ بس تلاش کی نہیں۔ بلکہ پہچان کی ضرورت ہے۔ اور کچھ نہیں۔

ارجن اور دریودھن

مہابھارت کی کتھا ہے۔ کہ جب کورو اور پانڈوؤں کا یدھ ہونے لگا۔ تو ارجن اور دریودھن دونو بھگوان کرشن کے پاس امداد حاصل کرنے کی غرض سے گئے۔ اس وقت بھگوان آرام فرما رہے تھے۔ ارجن بھگوان کے پاؤں کی طرف اور دریودھن سر کی طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ جب بھگوان کی آنکھ کھُلی تو اُنکی نظر پہلے ارجن پر پڑی (کیونکہ یہ پاؤں کی طرف سامنے بیٹھا تھا۔) اور خیر خیریت پوچھی۔ اتنے میں دریودھن بھی اُٹھ کر سامنے آگیا۔ اور بھگوان نے دونو سے آنے کا سبب دریافت فرمایا۔ تو دونوں نے ایک ہی مُدعا ظاہر کیا۔ یعنی جنگ میں امداد۔ بھگوان نے دونو کا مُدعا سُن کر جواب دیا۔ کہ میں دونوں کی امداد کرونگا۔ اور وہ اس طرح۔ کہ ایک طرف اکیلا میں خود رہوں گا۔ اور دوسری طرف میری تمام فوج۔ اور چونکہ میری نگاہ پہلے ارجن پر پڑی ہے اس لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کو چن لینے کا ادھیکار ارجن کو ہے۔ یہ فیصلہ سُن کر ارجن نے کہا۔ کہ بھگوان مجھے تو صرف آپ ہی چاہئیں مجھے آپکی فوج کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی فوج وغیرہ بے شک دریودھن کو دیدیں۔ ادھر دریودھن کی یہی خواہش تھی۔ وہ اپنے من میں سوچ رہا تھا۔ کہ اکیلے بھگوان بھلا کیا کرسکیں گے مجھے تو انکی ساری فوج ہی مل جائے۔ تو بس کام بن جائے گا۔ اور میری فتح یقینی ہے چنانچہ اُن دونو کی خواہش کو مدّنظر رکھتے ہوئے بھگوان نے اپنی ساری فوج دریودھن کو دیدی اور خود ارجن کے ساتھ رہے۔ یدھ شروع ہوا۔ اور انجام کار فتح پانڈوؤں کی ہی ہوئی۔ کہ جن کے مددگار خود بھگوان تھے۔ اور دریودھن وغیرہ کوروں کو شکست فاش ہوئی۔ بھگوان کے سُدرشن چکر سے کوروں کی نیز بھگوان کرشن کی تمام فوج یدھ میں کام آئی۔ ......

یہ تو تھی مہابھارت کی ایک مختصر سی کتھا۔ اب اس کتھا پر وچار دھارا یہ ہے۔ کہ انسان اپنے جیون یدھ میں یہ وچار کرے۔

کہ اس کا من ارجن کا پارٹ ادا کر رہا ہے یا دریودھن کا۔ ہر شخص جس کے اندر تھوڑی سی بھی وچار شکتی ہے۔ وہ اپنے اندر جھانک کے اپنے آپ سے دریافت کرسکتا ہے۔ کہ میں ارجن ہوں یا دریودھن۔ اگر تو انسان اس جیون سنگرام میں بھگوان سے بھگوان کو مانگتا ہے تب تو یہ ارجن ہے اور اگر یہ بھگوان سے بھگوان کی باقی شکتیاں (فوج) دھن دولت شکتی پریوار۔ وغیرہ مانگتا ہے تو یہ دریودھن ہے۔ اور ایسا شخص بھگوان سے یہ شکتیاں پاکر مغرور بن جاتا ہے! اور اپنے آپکو ایک طاقتور شخصیت خیال کرتا ہوا اپنے من میں یہ ابھیمان رکھتا ہے۔ کہ اب مجھے کون جیت سکتا ہے! ایسا مغرور انسان اس بات کو بھول جاتا ہے۔ کہ جب دریودھن کے پاس بھیشم پتامہ درونا چاریہ۔ کرن شکنی۔ اشو تھاماں جیدرتھ وغیرہ سے بلوان ہوتے ہوئے بھی وہ جنگ نہ جیت پایا۔ بلکہ یہ سب مہا بلوان بھگوان سے شکست کھا گئے تو اس کی یہ دنیاوی طاقتیں جو اس نے بھگوان سے مانگ رکھی ہیں، اسے جیون سنگرام میں کہاں بچا سکیں گی؟ ایک دنیادار انسان۔ اپنے دھن۔ دولت۔ حکومت۔ زمینداری وویا پریوار۔ بل۔ وغیرہ کو اپنے لئے اس طرح امداد گار مانتا ہے کہ جس طرح دریودھن بھیشم پتامہ آدی کو مانتا تھا۔ دنیادار انسان ان فانی چیزوں پر اس قدر بھروسہ رکھتا ہے۔ کہ وہ بعض اوقات دریودھن کی طرح بھگوان سے بھی بے مکھ ہوجاتا ہے لیکن وقت آتا ہے۔ کہ جب اس مغرور انسان کے دیکھتے دیکھتے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی تمام شکتیاں اس طرح ناش ہونے لگتی ہیں۔ کہ جس طرح دریودھن کے سامنے اس کے مہا بلوان پرتھوی پر دم توڑتے دیکھے گئے۔ تو کیا انسان کو جائز ہے۔ کہ (اس کتھا کی روشنی میں) وہ بھگوان سے بھگوان کی فوج مانگے۔ ارتھات۔ فانی پدارتھوں کی اچھا کرے؟ نہیں۔ بالکل نہیں۔ یہ کتھا ہمیں یہ اُپدیش دیتی ہے۔ انسان بھگوان پر پورا بھروسہ رکھے اور اُن سے اُن کو مانگے۔ جب بھگوان اس کے ساتھ ہے۔ تو اُسے اور کسی بھی شکتی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بھگوان اُس کی تمام مخالف شکتیوں کو ختم کرکے اپنے مانگنے والے کی سہائتا کرینگے۔ بھگوان ہمیں نیک بدھی بخشیں۔ کہ ہم۔ اس جیون سنگرام میں بھگوان کے پاس اُن کے چرنوں میں بیٹھ کر (نمرتا اختیار کرکے) بھگوان سے بھگوان کو (ارجن کی طرح) مانگیں اور بھگوان کے سر کی طرف (دریودھن کی طرح) ارتھات غرور کرکے ناشمان پدارتھ مانگنے سے گریز کریں۔ ایسا کرنے سے ہی ہمیں جیون سنگرام میں سپھلتا پراپت ہوگی:۔

برھم لین شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج کی پوتر سمرتی میں بھگوان بھون رشی کیش میں ۱رشک اتسو مورخہ ۱تا ۱۲ اپریل ۱۹۷۶ء کو منعقد ہوا

ست سنگ سمیلن

قسط نمبر 5

گزشتہ سے پیوستہ

(از قلم پروفیسر نند لال جی ایم اے)

پرم پوجیہ سیٹھ ہیرا لام جی حقیقی رتن بھگوان بھون ست سنگ رشی کیش جی کے لیکچر کا خلاصہ۔

سماج کا کلیان سادھو کے ہاتھ میں ہے۔ سچا سنت اور سادھو ہی سماج کا گورو ہے جس نے اس راز کو سمجھ لیا وہی جیون مارگ کو سکھی بنا سکا اور وہی سماج اُنتی کے شکھر پر پہنچ سکا۔

بقول۔ ؎

سنت جنوں سے ہی سنسار کا کلیان ہوتا ہے
ان کی برکت سے ہی جیون جہان ہوتا ہے
سنت ہی من کا پرواہ بدل دیتے ہیں
جو کہ دائما مسرور دھیان ہوتا ہے

سنت جنوں کی کرپا سے آتم درشٹی پراپت ہوتی ہے۔ ذرّے ذرّے میں نورِ خدا نظر آتا ہے۔ اپنے سے بھن کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

بقول:۔ ؎

جو کچھ نظر آتا ہے سب کچھ خدا ہے
خود آپ سے ہرگز نہ کچھ بھی جدا ہے
جس رحمت سے یہ نظر نصیب ہوتی ہے
اُس پہ مرا سب کچھ نثار و فدا ہے

پرم پوجیہ سوامی گوبند آنند جی مہاراج ایسے ہی تت دیتا مہان پرش تھے جنہوں نے اپنے سمپرک میں آنے والے جگیاسو جنوں کو برہم درشٹی پردان کی اور اُن کے جیون کو کرتیہ کرتیہ کر دیا اور آج بھی اُن کا اُپدیش یگ یگ پر ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔

پرم پوجیہ مہاتما اروند جی مہاراج۔ کا سار سدھانت۔

جیون جیوتی کو پرجولت کرنا ہی مانو کا پرم کرتویہ ہے۔ جو ایسا کر پاتا ہے وہی اپنے جیون کو سکھی بنا لیتا ہے۔ وہ سنسار میں سب کچھ کرتا ہوا اپنے کاریہ کو ناٹک کے پارٹ کے سمان سمجھتا ہے سنسار کی رکاوٹیں اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں وہ اپنی جیون یاترا کو پورا کر کے سنسار سے سرخرو ہو کر جاتا ہے۔"

ریویو **روحانی کرنیں**:۔ یہ پُستک پنڈت ستیہ پال جی عارف بی اے۔ آنرز ایل ایل بی کی تصنیف ہے جو کہ لجپاونداج دھرم ارتھ ٹرسٹ جالندھر نے شائع کی ہے۔ یہ پُستک

176 صفحات پر مشتمل ہے۔ اعلیٰ سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے ٹائیٹل پر اونکار شتی چھپا ہوا ہے۔ جو کہ یوگی اور دھیانی پرشوں کا اشٹ ہے۔ اونکار کی کرنیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ نیچے ہاتھی۔ کتا۔ گائے۔ پنڈت۔ اور چانڈال کی تصویر زیر گیتا کے ایک مشہور شلوک کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کو ہمارے تمام ہندو شاستروں کا سار اور ہندو دھرم کی وشالتا کا پرتیک سمجھا جاتا ہے۔

ہاتھی۔ کتا۔ گائے۔ پنڈت۔ چانڈال۔ ایک سا سب کو سمجھنا ہے محال
پر پرم گیانی کو وہ سب ہی ایک سے آتما سب میں نظر آئے جیسے

اس پستک میں تقریباً کچھ نظمیں شائع کی گئی ہیں۔ جو کہ روحانیت اور وشو پریم سے لبریز ہیں۔ انکے چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔

پرارتھنا۔ دھوکا نظر کا۔ بھگوان کی مہما۔ وشو پریم۔ برہم درشن۔ بہو روپیا بھگوان۔ بھگوان اور انسان۔ سب کا بھلا۔ دیا کے بھنڈار بھگوان۔ سب کی ہیں۔ آتم درشن۔ سنتوں کے لکشن۔ بھگوان کا جسم۔ خوش رہو۔ نشکام کرم۔ پراربدھ کرم۔ پیار کا جادو۔ میں کیا۔ رام ۲۔ برہم گیانی کے لکشن۔ پربھو درشن۔ گیتا امرت۔ ادھیائے دو شلوک 47۔ وشو ترنگ۔ وشو آرتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کے دیباچہ میں ہی مصنف کے حقیقی جذبات پرگٹ ہو جاتے ہیں۔ ناظرین پڑھیں۔ خود لابھ اٹھاویں اور اس پستک کی پانچ پانچ دس دس پستکیں رسالہ اوم دہلی کے دفتر سے منگوا کر دھرم پرچار کے لئے مفت تقسیم کریں۔ دیباچہ ملاحظہ ہو۔

مجھے شوق بچپن سے ہی یہ رہا ہے
نہ بھولوں پر کبھو کو جو سب کا پتا ہے
میرے دل میں تھا یہ خیال اکثر آتا
کہ ہے سب یہ عالم کا ہی اک ودھاتا
کوئی اسکو ستگورو کہے کوئی اللہ
کسی نے خدا رکھ لیا نام اس کا
اسی کو ہی ایشور کوئی کہہ رہا ہے
مگر اسکے گن ہر کوئی گا رہا ہے
کئی بار میں اسلئے سوچتا تھا
یہ دنیا میں جب ہر بشر ایک جیسا
خدا ہی نے جب ساری خلقت بنائی
نہیں کیوں سمجھتے ہیں ہم سب کو بھائی
ہے کیوں ہر طرف ہی نظر آتی الجھن
ہے کیوں آدمی آدمی کا ہی دشمن
خیال ایسے ہی ہیں ایسے جب دلمیں آتے
بھڑک اٹھتے جذبات ہیں میرے دل کے
ہیں کیوں ہم نہیں پیار سے مل کے رہتے
ہے کیوں جنگ اٹھتا نہیں اس جہاں سے
نہ کیوں جذبہ نفرت کا ہم دور کر دیں
نہ کیوں ساری دنیا کو گھر اپنا سمجھیں
یہی جذبات وہ بھی بیان کر رہا ہوں
انہیں آج نغموں میں میں بھر رہا ہوں

میرے ٹوٹے پھوٹے نہ لفظوں پہ جانا — نہ بندش پہ ہی اپنے دل کو لگانا
مجھے شعر کہنے کا دعوے نہیں ہے — نہیں جانتا میں کہ ہے شعر کیا شئے
نظر آپکو آئیں نقص ان میں جو بھی — میں اُنکے لئے مانگتا ہوں معافی
جو ہے اصل میں کیفیت میرے دل کی — سمجھنے کی کر لینا کوشش ذرا بھی
انہیں پڑھ کے اک بھائی بھی یا بہن کے — اگر دل میں کچھ روشنی ایسی چمکے
سدا یاد رکھوں میں مالک کو اپنے — ہیں دیں اُن گنت نعمتیں ہمکو جس نے
سدا سمجھوں میں سب کو ہی اپنا بھائی — میرا شیوہ ہو کرنا سب سے بھلائی
تو سمجھونگا محنت سپھل ہو گئی ہے — کسی نے تو پالی جو میں نے لکھی ہے

دُعا ہے نکلتی مرے دل سے اب بھی
کہ دُنیا میں سب کا بھلا ہو سدا ہی

ستیہ پال بھاردواج

اوم — اوم

ست سنگ کی مہما

از پنڈت کالیداس جی اپدیشک سناتن دھرم مندر مالویہ نگر نئی دہلی

تات سورگ اپ ورگ سکھ دھریے تُلا اک انگ
تُولے نا تاہی سکل ملی جو سُکھ لو ست سنگ

شری تلسی راماین
سُندر کانڈ دوہا ۴

شری ہنومان جی اور نشچری لنکنی کی وارتالاپ میں لنکنی نے یہ شبد کہے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے وہی لنکنی شری ہنومان جی کو کھانے کے لئے کہہ رہی تھی۔

جا نیں نہیں مرم شٹھ مورا — مور آہار جہاں لگ چورا

رام بھگت کے سنگ کا پربھاو دیکھئے کہ مکا لگتے ہی اس کے وکار کا ناش ہو گیا۔ وہ اپنا راکھشی سوبھاو چھوڑ کر بجر تا بھاو سے پربھو کا سمرن کرتی ہوئی مندرجہ بالا پہلے شلوک میں ست سنگ کی مہما کا ورنن کرتے ہوئے ست سنگ کو

سورگ اور مکتی سے بھی ادھک بتایا۔

لنکنی کہتی ہے کہ = ہے تات سورگ اور اپورگ جو مکش ہے۔ یہ سب سکھ اگر ترازو کے ایک پلڑے پر رکھے جاویں اور لمحہ ماتر کے ست سنگ کو ترازو کے دوسرے پلڑے پر رکھکر تولا جاوے تو ست سنگ کا ہی پلڑا بھاری ہوگا۔

پُورب میمانسا کے انوسار اگر یگیہ۔ تپ اور دان آدی کرم شاستر ودھی انوسار نر دوکھ سماپت ہوجاویں۔ تو وقت پاکر اُن کے پھل سُروپ سورگ کی پراپتی ہوتی ہے۔ لیکن جس سورگ کی مہا شاستر کاروں نے لوگوں کو شبھ مارگ میں لگانے کیلئے گائی ہے۔ اُس سورگ میں دوش بھی بتائے ہیں۔ سورگ میں تین دوش ہیں۔ پہلا ــ کھے۔ یعنی ناش۔ دُوسرا ایرشا۔ یعنی حسد۔ تیسرا پتن "۔ ــ پہلا دوش کھے ہے۔ جس شبھ کرم سے جیو سورگ میں گیا ہے وہ دن پرتی دن کم ہوتا جاتا ہے دُوسرا دوش ایرشا یعنی حسد ہے۔ وہاں بھی اپنے سے زیادہ پرتاپ شالی کو دیکھکر حسد کرتا ہے۔ کیونکہ شبھ کرموں کے کم و بیش ہونے کے کارن سورگ میں بھی یکساں استھان پراپت نہیں ہوتا۔ کسی کو زیادہ سُکھ ملتے ہیں۔ اور کسی کو کم کسی کو وہاں بھی اچھی پدوی ملتی ہے۔ اور کسی کو چھوٹی۔ اس لئے وہاں بھی اپنے سے بڑے کو دیکھکر حسد یعنی ایرشا پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی پرکار دیو یونی میں اونچی اور نیچی پدوی کرم کے انوسار ہی ہوتی ہے۔ چھوٹے پدوالے اپنے سے بڑے پدوالے سے حسد اور بغض کرتے ہیں۔

تیسرا دوش پتن ہے۔ سورگ میں رہنے والوں کے جب پُنیہ کرم سماپت ہوجاتے ہیں تو اُن کو وہاں سے گرا دیا جاتا ہے اور وہ پھر دوبارہ اس کرم بھومی پر جنم لیتے ہیں۔ اس لئے سورگ میں ہر ایک کو وہاں سے گرنے کا ڈر اور خوف لگا رہتا ہے۔ ــ چنانچہ ہندو دھرم شاستر سورگ کے دوش بتاکر منش کو چیتاونی دیتے ہیں کہ اے جیو! جن سکام کرموں کے کرنے سے تم سورگ کی اچھا کر رہے ہو۔ وہ سورگ بھی کھانڈ میں لپٹی ہوئی زہر ہی ہے۔ سورگ کے بھوگ بھی اِن سنساری بھوگوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ جیسے یہاں کے بھوگوں کا پرینام سراسر دُکھ ہی دُکھ ہے۔ ویسے ہی سورگ کے سُکھ بھی ناش وان ہونے سے دُکھ رُوپ ہی ہیں۔ اس لئے شاستر ودھی انوسار سکام کرموں کی بجائے نشکام کرم ہی کرو۔ تاکہ تمہارا انتہ کرن شُدھ ہو۔ اور تم مہاتما لوگوں کے ست سنگ سے لابھ اُٹھا سکو۔ مہا پُرشوں کا ست سنگ کوٹ اپرادھوں کا ناش کرنے والا ہے۔ جیسا کہ تلسی داس جی نے فرمایا ہے۔ سے

ایک گھڑی آدھی گھڑی۔ آدھی سے پُن آدھ ۔ تُلسی سنگت سادھ کی کٹے کوٹ اپرادھ

بھگوان شنکر۔ پاربتی جی کو کہتے ہیں۔ کہ اے پاربتی۔ سو بات کی ایک بات تمہیں کہہ دیتا ہوں۔ میرا اپنا ذاتی انوبھو تو یہی ہے۔ کہ: ــ

اُماں کہوں میں انوبھو اپنا بسنت ہری بھجن جگت سب سپنا۔ ؞

اب سنت مہاتماؤں کا انوبھو سُنئیے۔ سنت فرماتے ہیں ــ

ست سنگت مُد منگل مُولا ۔ سوئی پھل سدھی سب سادھن پھولا

شبھ شدھریں ست سنگت پائی ۔ پارس پرس کودھات سوہائی

ست سنگ سب منگلوں (آنند اور خوشیوں) کی جڑ ہے۔ اور جتنے بھی پرمارتھ کے سادھن ہیں۔ وہ سب گویا پھول ہیں پھول کے بعد ہی پھل لگتا ہے۔ اور وہ ست سنگ ہی ہے۔ گویا ست سنگ کی پراپتی بڑے پنیوں کا پھل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بڑے بھاگیہ مانش تن پاوا یعنی منش شریر کی پراپتی بھی بڑے پنیوں کا پھل ہے۔ لیکن ست سنگ کا ملنا بھی بڑے پنیوں کا پھل ہے۔ جیسے کہا بھی ہے۔ بڑے بھاگ پائب ست سنگا یعنی ست سنگ بھی تب ملتا ہے۔ جب منش کے بڑے بھاگیہ (اچھی قسمت) اُدے ہوتے ہیں۔ شٹھ منش بھی مہاپرشوں کے سنگ سے سُدھر جاتے ہیں۔ جیسے پارس منی کے سپرش کرنے سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔

پارس میں اور سنت میں بڑو انترو جان لوہے کو سونا کرے سنت کریں آپ سمان

پارس تو لوہے کو سونا (کنچن) بنانے کی سمرتھ رکھتا ہے۔ اپنے جیسا پارس نہیں بنا سکتا۔ لیکن مہاپرشوں کی سنگت سے بالمیک جیسا ڈاکو بھی مہان پدوی کو پراپت ہو جاتا ہے۔ گویا مہاتما لوگ ست سنگیوں کو اپنے جیسا مہاتما ہی بنا دیتے ہیں۔

سنت تلسی داس جی ست سنگ کی درلبھتا کا ورنن کرتے ہوئے پھر فرماتے ہیں۔

سُت دارا اور لکشمی پاپی کے بھی ہوئے سنت سماگم ہری کتھا تُلسی دُرلبھ دوئے

مانس رامائن کے بال کانڈ میں سنت تلسی داس جی تحریر فرماتے ہیں:۔

متی کیرتی گتی بھوتی بھلائی جب جہی جتن جہاں جو پائی
سو جانت ست سنگ پربھاؤ لوک ہو وید نہ آن اُپاؤ

ارتھ۔ بدھی۔ یش۔ سندر گتی۔ ایشوریہ۔ کلیان۔ جب بھی جس نے جس پریتن (کوشش) سے پراپت کیا ست سنگ کے ہی پربھاو سے کیا۔ دوسرا کوئی لوک۔ وید میں اُپائے نہیں ہے بھگوان شیو۔ راجیہ تلک کے سمے شری رام جی سے وردان مانگتے ہیں۔

بار بار ور مانگ ہوں۔ ہرش دیو شری رنگ پد سروج ان پاینی بھگتی سدا ست سنگ

ارتھ۔ ہے لکشمی پتے! میں آپ سے بار بار یہی ور مانگتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کے چرنوں کی بھگتی اور ست سنگ سدا پرتھم بھگتی سنتن کر سنگا۔ سنت تلسی داس جی نودھا بھگتی میں سب سے پہلے لکھتے ہیں۔

بھگتی کو پراپت کرنے کی پہلی سیڑھی سنتوں کی سنگت ہی ہے

بن ست سنگ نہ ہری کتھا۔ تہی بن موہ نہ بھاگ
موہ گئے بن رام پد۔ ہوئے نہ درڑھ انو راگ

ارتھ۔ جب تک سنسار کا موہ دور نہ ہو۔ بھگوان رام کے چرنوں میں درڑھ انو راگ (اٹل پریم) نہیں ہو سکتا۔ سنسارک موہ کو بھگانے کا محض ایک ہی سادھن ہے۔ اور وہ ہے رام کتھا۔ اور رام کتھا کی پراپتی تو ست سنگ سے ہی ہوگی۔ اسلئے ست سنگ ہی بھگوان رام کی بھگتی کو حاصل کرنیکا سادھن اور سنسار ساگر سے پار اُترنے کی ناؤ ہے۔“

شوجی فرماتے ہیں:- گرجا سنت سماگم سم نہ لابھ کچھ آنا ٭ ہے اُما! سنت سماگم کے برابر کوئی لابھ نہیں
لابھ کے کچھو ہری بھگت سیانا۔ جہی گاوئیں شرُتی سنت پُرانا۔

شاستر کہتا ہے:- (گنگا پاپنگ ششی تاپنگ دینیگ کلپ ترد ستھا)
(پاپنگ تاپنگ تتھا دینگ۔ ہانی سجن سنگما)

ارتھ۔ گنگا پاپ کو۔ چندرما تاپ کو۔ تتھا کلپ برکش دینیا (غریبی) کو ہرن یعنی دُور کرتے ہیں۔ کنتُو سنتوں کی سنگت تو پاپ۔ تاپ۔ دینیا۔ تینوں کو ہرن (دُور) کرتی ہے۔

رامائن اُتر کانڈ میں۔ گرڑجی۔ شری کاگ بھشنڈی جی سے پرشن کرتے ہیں کہ:- پرشن۔ بڑ دُکھ کون۔ کون سُکھ بھاری؟
کہ سب سے بڑا دُکھ کونسا ہے اور سب سے بڑا سُکھ کون سا ہے۔؟

اُتر:- نہیں درِدر سم دُکھ جگ ماہیں ۔ سنت ملن سم سُکھ جگ ناہیں

درِدرتا یعنی غریبی یا کنگالتا سے بڑھ کر کوئی دُکھ نہیں! اور سنتوں کی پراپتی یا ست سنگ سے بڑھکر اس سنسار میں کوئی بڑا سُکھ نہیں ہے۔

سنتوں کا سوبھاؤ ہے۔ کہ۔ پر اُپکار بچن من کایا۔ سنت سہج سوبھاو کھگ رایا
من بچن اور کرم سے دُوسرے کا اُپکار کرنا۔ سنتوں کا سہج سوبھاو ہے۔

سنت ہردے نوینت سمانا ۔ کہا کبن پری کہے نہ جانا
نج پریتاپ درِوے نو نیتا ۔ پر دُکھ درِوے سنت سُوپنیتا
سنت سہارہے دُکھ پر ہت لاگی ۔ پر دُکھ ہیت اسنت ابھاگی

ارتھ۔ سنت کا ہردے مکھن کے سمان کویوں (شاعروں) نے کہا لیکن یہ بات کہتے نہ بنی۔ کیونکہ مکھن اپنی ہی گرمی (دُکھ) کے کارن پگھلتا ہے۔ (دُکھی ہوتا ہے) کنتُو سنت دُوسرے کے دُکھ سے دُکھی ہوتے ہیں۔ دُوسرے کی بھلائی کے لئے سنت سونیگ (خود) دُکھ سہتے ہیں۔ لیکن اسنت تو دوسرے کے دُکھ کا کارن بن جاتے ہیں۔

سنت اُدے سنتت سُکھ کاری ۔ وِشو سُکھد جمی اندو تماری

سنتوں کا پرگٹ ہونا ہمیشہ سنسار کے لئے سُکھ دینے والا ہے جیسا کہ چندرما اور سورج کا اُدے ہونا۔
ست سنگ کی مہما کا ورنن جسقدر بھی کیا جاوے وہ تھوڑا ہے پر بھو سے یہی پرارتھنا ہے کہ وہ ہمیں کو سنگ سے بچا کر ست سنگ ہی میں لگائے



چہل درویش

(منشی سورج نرائن مہر)



چوتھے سادھو کی کہانی

شادی کیلئے میرے اب آنے لگے پیغام
بچپن تھا زبس کھیل تھا یہ بھی مرے نزدیک
وہ پہلے بزرگوں کی رسومات کا برتاؤ
پھرتے ہیں نگاہوں میں وہ نقشے میرے ابتک
شادی ہوئی پُر تھا مئے عشرت سے مرا جام
وہ چہل وہ جلسے وہ خوش آئندہ ہر اک کام
وہ طرفہ تقاریب کہ آغاز نہ انجام
اور اُن میں ہے ابتک وہی رنگ اور صفائی

شادی نہ ہوئی میرے لئے مانع تعلیم
وسعت میں بڑھا اور مرا دائرۂ علم
جولانیوں پر رہتی تھی طبع سخن آرا
ڈگری تھی نظر میں سند حسن لیاقت
کالج کے مدارج میں رہی عزت و تکریم
برجستہ تھی تقریر تو شگفتہ تھی ترقیم
کرتا تھا میں اکثر گہر نظم بھی تنظیم
پھولا نہ سمایا مجھے جب ہاتھ وہ آئی

کالج سے نکلنا تھا اور اک عہدہ کا پانا
تھا علم پہ غرہ مجھے اور طبع پہ اپنی
آرام سے ایام گزرتے تھے بہت خوب
دیوانی ہے کہتے ہیں جوانی سو بجا ہے
تنخواہ تھی معقول اور اچھا تھا ٹھکانا
صحت پہ بھروسا تھا کہ تھا جسم توانا
معلوم نہ ہوتا تھا کہ بدلے گا زمانہ
جنت نظر آتی تھی خدا کی یہ خدائی

اس طرح گزرتی تھی کہ حق نے دیا فرزند
تقریب مبارک تھی وہ جلسے کئے میں نے
اولاد ہوئی اور تو تازہ تھی خوشی اور
بشگفتہ رہا کرتا تھا بس غنچۂ خاطر
پہلے سے بھی اب میری خوشی ہو گئی دوچند
تعریف میں احباب کے لب ہونے لگے بند
تھا فضل الٰہی سے مکرر مجھے ہر قند
جو دل میں تھی امید سمجھتا تھا بر آئی

دنیا کا ابھی کوئی طمانچہ نہ لگا تھا
جو کھول دے آنکھوں کو وہ جلوہ نہ ہوا تھا
ناگاہ پدر کو میرے امراض نے گھیرا
امراض نہ کہیے کہ وہ پیغام قضا تھا۔
جب نزع کی حالت تھی اور احوال پریشاں
میں پاس کھڑا حالت غم دیکھ رہا تھا۔
دنیا تھی نگاہوں میں میری تیرہ و تار رباب
یہ موت ہے کیا گھر میں میرے کس لئے آئی

پھونکا تو سہی نعش کو شمشان میں ہم نے
گھر کر لیا لیکن دل بیتاب میں غم نے
ہرچند کہ سمجھایا محبوں نے بہت سا
آنکھوں میں مگر اشک رواں پائے نہ تھمنے
رہتا تھا بس آٹھ پہر ایک تصور
دلوا نہ بتایا مجھے رنج پیے ہم نے
تسکین جو ہوتی بھی تو کس طرح سے ہوتی
پہلی ہی تھی یہ چوٹ دل زار نے کھائی

میرے دل مضطر کا مہینوں رہا یہ حال
پھیلایا تھا دنیا نے مگر چار طرف جال
جو کام تھے والد کے وہ کرنے پڑے مجھکو
یہ کام میری جان کو تھے اور بھی جنجال
محسوس ہوئے پہلے تو اک بار گراں وہ
عادت سی مگر ہو گئی گزرے جو مہ و سال
کرنے لگا ہر کام ہوا غم جو غلط سا
چلنے لگا جو چال کہ دنیا نے چلائی

بچوں کی خبرداریے بیماری و صحت
نگرانیٔ تعلیم و نگرانیٔ صحبت
تہوار و تقاریب یہ برتاؤ چلن کا
تھا گرچہ یہ برتاؤ مجھے سخت مصیبت
دن بھر تو وہ دفتر میں گزرنا بصد آزار
اور شام کو گھر آ کے وہی فکر معیشت
دنیا کے وہ دھندے تھے کہ تو یہ ہی کھلی ہے
رستہ نہیں دیتا تھا نکلنے کو دکھائی

جتنی کہ بڑھی عمر بڑھے ساتھ ہی افکار
افکار بھی ایسے کہ میں رہتا تھا دل افگار
اولاد کی شادی میں ہوا صرف اثاثہ
آخر کو ہوا قرض کے پنجے میں گرفتار
تعلیم سے فارغ ہوئے لڑکے تو مجھے فکر
رہنے لگا ہر وقت کہ یہ بیٹھے ہیں بیکار
خلجان میں رہتی تھی غرض جان شب و روز
ہر روز تھی مشکل کی نئی عقدہ کشائی

گو کام کسی کا نہ رکا ہے نہ رکے گا
ہے وقت پہ موقوف ہر ایک کام کا ہونا
انسان نے پائی ہے طبیعت مگر ایسی
صبر اسکو کسی حال میں دم بھر نہیں آتا

پاتا تھا میرا یُوں تو ہر اک کام سر انجام — پر فکر سے خالی دلِ ناشاد نہیں تھا
ہو جاتا تھا کام ایک تو تھا دُوسرے کا فکر — افکار کی تھی آٹھ پہر جلوہ نمائی

یُوں کاوش و کاہش کا تھا گھر میرے لئے گھر — باہر تھا کچھ اس سے بھی سوا حال زبوں تر
محکوم مجھے دیکھتے تھے چشمِ حسد سے — حاکم کے بدل جاتے تھے ہر بات پہ تیور
رشتے میں تو یہی تھے جو بچتے تھے بہت دُور — اُمید نہ تھی جن سے دغا دے گئے اکثر
ہم چشموں کی آنکھوں کو بدلتے ہوئے دیکھا — جب وقت پڑا کوئی بھتیجا تھا نہ بھائی

اک بات عجیب اور میری آنکھ نے دیکھی — گر پُوچھئے۔ انسان کی وہ خود غرضی تھی
دیکھا جسے پایا اُسے مطلب ہی کا بندہ — جو بات سُنی حرفِ غرض سے نہ تھی خالی
ہے حضرتِ انسان کا خمیر آپ خودی سے — گر ہو نہ خودی اسمیں تو کیا بات ہے اسکی
وہ شخص فرشتہ ہے نہ کہئے اسے انساں — دل میں نہ اُٹھے جس کے خیالِ من و مائی

دُنیا میں خودی نے ہے زبس رنگ جمایا — ایک ایک سے بڑھ کر نظر آتا ہے سوایا
دمبازوں کی باتوں میں بہت آیا ہوں میں بھی — دھوکا ہے کئی بار بڑا میں نے بھی کھایا
ان باتوں سے خفت بھی اُٹھانی پڑی اکثر — ان دھوکوں سے نقصان بھی بہت میں نے اُٹھایا
ہاں کھاتا تھا جس وقت کوئی چوٹ بڑی سی — لگتا تھا دلِ زار پہ اک تیر ہوائی

دُنیا ہے دنی اسکی ہے ہر بات کمینی — چھوڑو بھی اسے آؤ کرو گوشہ نشینی
الہام ہیں افکار ہیں آزاد ہیں اس جا — دُنیا میں بہت رہ چکے اب لو رہِ دینی
اُٹھتے تو رہے ایسے خیالات ولیکن — دُنیا تھی وہی میری وہی بیہودہ بینی
کہنے سے کسی کے کبھی چھوٹی نہیں دُنیا — جبتک نہ ہوا اے فکرِ رسا تیری رسائی

اس تجربہ کاری نے دکھایا اثر اپنا — ایک ایک سفید آہ ہوا موئے سر اپنا
دندان گئے آنکھیں گئیں اور گوش ہوئے کر — ہوتا تھا بس اوروں کے سہارے گزر اپنا
یوں صاف جواب آکے دیا مجھکو قویٰ نے — گویا کہ نہ یہ جسم کبھی تھا مگر اپنا
پنشن مجھے سرکار نے دی یا سزا پنشن — میں ایسا تھا بد بخت بہت مینے نہ کھائی

بیکار ہوئے اعضاء سے ہوئے سخت کچھ آزار
معلوم تھا سب کو مرض الموت ہے مجھکو
ہر شخص کو یہ روز سیہ آئے گا درپیش
تھا قابل عبرت وہ مرا حال پریشاں

ایسے کہ مداوا تھا بہت مشکل و دشوار
تھا اس لئے بس محض دکھاوے ہی کا تیمار
ہاں بوالہوس اس دن سے خبردار خبردار
انگشت بدنداں تھے پسر خواہر و بھائی

دوزخ سے بھی بدتر تھا مجھے نزع کا بستر
کام آئے جو اس وقت نہ وہ کام کیا تھا
تیرے لئے اے موت میں تیار نہیں تھا
جس وقت دم باز پسیں کھینچ رہا تھا

رہتی تھی بس اک یاس سی چھائی ہوئی دلپر
بیہودگیوں میں تھی کٹی عمر سراسر
پر سامنا تجھ سے ہی تھا یہ دیکھو مقدر
کرتے تھے میرے حال پہ سب نوحہ سرائی

اے بیخبر و موت نہیں حالت غفلت
آنکھوں میں خلاصہ تھا حیات گزراں کا
وہ نیک و بد افعال وہ اچھے برے اعمال
نظارہ کچھ ایسا تھا مہیب اور خطرناک

مرکر نظر آئی مجھے کچھ طرفہ حقیقت
اس وقت ہوا کرتی ہے انسان کو عبرت
وہ خوف وہ رنج اور وہ خوشیاں وہ ندامت
میں خواب سے چونکا کہ بلا کیا نظر آئی

نیند اڑ گئی میری کہ یہ کیا سِرّ نہاں ہے
میری بھی گزرتی ہے اسی طرح شب و روز
دنیا میں رہا لیک کبھی میں نے نہ سوچا
کھولیگی تیری آنکھ بھی جب موت تو اے حبر

یہ زندگی کس شخص کی تھی اب وہ کہاں ہے
کچھ فرق نہیں خواب سے یہ صاف عیاں ہے
کس شئے میں مرا سود ہے کس شئے میں زیاں ہے
پچھتائے گا کیا عمر ہے بے سود گنوائی

(کلام مہر جلد اول)

(باقی پھر)

تصحیح رسالہ آدم ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۷ء کے ٹائیٹل صفحہ ۳ پر ادھبت بالاک کی تصویر چھپی تھی جسکے نیچے پریس والوں کی غلطی سے شتواجی SHIVAJI چھپ گیا ہے ناظرین آدم اپنے اپنے پرچے پر سے لفظ شتواجی کاٹکر "ادھبت بالاک" ہاتھ سے لکھنے کی تکلیف فرماویں۔ منیجر

کیا ہندو قوم زندہ رہیگی

اوم — قسط ۱۵

مہاتما شیو برت لال جی

پانچواں پہلو

یہاں ہم تم کو ایک بات اور بتانے کیلئے تیار ہیں۔ تم دیکھو گے کہ گوتم بدھ کا مذہب اپنی حیثیت کے لحاظ سے کیسا شاندار اور سچا ہے۔ اُس نے بھی صرف ادویت واد کی تعلیم دی ہے۔ اس کا ادویت واد سوامی شنکر آچاریہ کے اصول سے مختلف نہیں ہے۔ مگر عام ہنود اسکو ناستک کہتے ہیں۔ ساتھ ہی دیکھو۔ سانکھیہ کا درشن کپل نے صاف لفظوں میں شخصی ایشور کی ہستی سے انکار کیا ہے۔ مگر اُس کو کوئی بھی ناستک قرار نہیں دیتا۔ کیوں کہ اُس نے جا بجا اپنے کلام کی صداقت کیلئے ویدوں کی شرتی اور معقولات کے حوالے دیئے ہیں۔ ہندوؤں میں تم آج بھی دیکھ سکتے ہو۔ کہ ہر شخص کس آزادی کے ساتھ فلسفانہ طرز مباحثہ میں ایشور کی ہستی کے متعلق شکوک ظاہر کرتا رہتا ہے۔ مگر کوئی اس کو بُرا بھلا نہیں کہتا۔ فلسفہ و دلائل کا میدان اسقدر وسیع بنایا گیا ہے کہ اسمیں ہر شخص کو عقلی جدوجہد کرنے کا اختیار رہے۔ خیالی و عقلی آزادی کو ہندو فلاسفروں نے ہر طرح پر ہر حالت میں برقرار رکھا۔ مگر ویدوں کے معترض کیلئے کہیں بھی جگہ نہیں رکھی۔ اُپ نشدوں کے ماننے والے۔ چھ درشنوں کے رچنے والے سب ویدک کلام کی عزت کرتے آئے۔ اُن سب کی عزت ہندوؤں میں ہے۔ صرف ایک گوتم بدھ ایسا گزرا ہے۔ جس نے ویدوں کی مہما کی بابت نہ ہاں کہا۔ نہ نہیں کہا۔ اپنے مذہب کی بنیاد صرف عقلی دلائل اور انسانی تجربات پر قائم کی۔ اُس نے رسم و رواج کا بھی کھنڈن کیا۔ جپ تپ کی تردید کی۔ اگر وہ ویدوں کے سوشل مذہب کا بھی اقرار کرتا۔ تو شاید اُسے درگزر کیا جاتا۔

سوشل مذہب کے لفظ سے کسی کے دل میں غلط فہمی پیدا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بات کو آپ بغور دیکھئے۔ جتنے سوسائٹی کے کاروبار ہیں۔ جتنے ادھکار و سنسکار ہیں۔ رسم و رواج۔ تیج تیوہار۔ ہون یگیہ۔ سب کے ضابطے براہ راست ویدوں سے آتے ہیں۔ ہر موقع پر وید منتر پڑھے جاتے ہیں۔ بغیر ویدک منتروں کے اُچارن کئے ہوئے ہندوؤں کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ اسلئے اگر کوئی شخص اسکو سوشل مذہب کا معنی پہناوے تو بُرا کیا ہے! سچ مچ وہ ایسا ہے۔ روحانی مذہب کا تعلق صرف انسان کے دل میں ہے۔ روحانیت پسند عام پبلک میں کبھی اپنی پرستش کے ارکان ادا نہیں کر سکتا۔ روحانی شغل ہمیشہ ایکانت میں ہوا کرتا ہے مگر سوشل پرستش۔ پبلک سروس۔ سماجک اُپاسنا۔ یگیہ اور ہون سوشل بیوہار ہیں۔ ان میں ہر شخص کی شمولیت درکار ہے۔ ہر شخص ایسے معاملات میں ویدک منتروں کی تعظیم کرنے اور ویدک ہدایتوں کے مطابق کاربند ہونے کے لئے مجبور ہے۔ چاہے کسی ہندو کے مذہبی خیالات کچھ ہی کیوں نہ رہے ہوں۔ مگر وہ سوسائٹی کے کاروبار میں ویدک سدھانتوں پر کاربند ہونے کیلئے مجبور ہے۔ ویدک پلیٹ فارم ہر ہندو کیلئے عام پلیٹ فارم ہے۔

یہاں اگر اُسکو سارے کام ویدوں کے مطابق کرنے پڑینگے کیونکہ ویدک دھرم عام ہندو سوسائٹی کا دھرم ہے۔

ویدوں کی عزت ہندوؤں میں جو کچھ تھی۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ پُوران کہتے ہیں۔ جب جب راکھششوں نے ویدک دہرم کو صدمہ پہونچایا۔ یگیہ ہون بند کر دیئے تب تب ایسے مہا پُرش یا ایسے اوتاروں کا ظہور ہُوا جنہوں نے ویدوں کی گئی ہوئی مریادا کو پھر از سرِ نو قائم کیا۔ ویدوں کے قائم رکھنے کے لئے کیا کیا تدبیریں عمل میں نہیں آئیں۔ مگر ہندو ہمیشہ کامیاب ہوتے رہے۔ انہوں نے وید بھگوان کی رکھشا کی۔ اور ویدوں نے اُنکی قومیت کو اب تک کسی نہ کسی شکل میں قائم رکھا ہے۔

"دھرم کو زندہ رکھو۔ دھرم تم کو زندہ رکھیگا۔ دھرم کو مار دو۔ دھرم تم کو مار دیگا۔"

یہ مہا بھارت کا کلام ہے۔ اور ہم اُس میں صریحی بہت بڑی سچائی دیکھتے ہیں۔

ویدوں کو اگر تمام ہندو ایک سی اہمیت دیتے رہتے تو اُن میں آجکل جو نا اتفاقی کے مناظر نظر آتے ہیں کبھی نہ پیدا ہوتے۔ کیونکہ وید ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس میں ہندو سوسائٹی کی جڑ قائم ہے۔ جب تک جڑ کو پانی ملتا رہتا ہے۔ تب تک شاخ اور ٹہنیاں خشک نہیں ہوتیں۔ گو اُن کے درمیان باہمی کشمکش بھی ہوتی رہے۔ البتہ جڑ سے علیحدگی موت ہے۔ مگر ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ نادان۔ نا معاملہ فہم۔ اور نا عاقبت اندیش ہندوؤں نے ویدوں کو اُٹھا کر طاقچہ پر رکھ دیا۔ کسی کو ان کے درشن تک کا استحصان نہیں رہا۔ پڑھنا پڑھانا تو در کنار نتیجہ کیا ہُوا؟ ہندوؤں میں سے عامیت اور یکسانیت مفقود ہوتی چلی گئی۔ سب کا پریم ویدوں سے الگ ہے۔ کوئی اُس سے سروکار نہیں رکھتا۔ وہ دس بیس کی جائیداد بن گیا۔ اور چھپاتے چھپاتے یہ حیثیت ہو گئی کہ کروڑوں ہندوؤں میں سے بمشکل چند ایسے آدمی ملیں گے جنہوں نے اپنی زندگی میں وید کے درشن بھی کئے ہونگے۔ ویدوں کے گپت رکھنے سے سوشل سروس سوشل اُپاسنا اور سوشل یگیہ ہون سب کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ ایسے موقعہ تھے جن میں بلا تمیز ہر طبقہ کے انسان شریک ہوا کرتے تھے۔ شودر وغیرہ کو نمنترن دیکر راجے مہاراجے بلایا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں سوسائٹی کے استحکام کی تقویت اور سوسائٹی کے اتحاد کے زبردست ذریعے تھے۔ مگر جب وید ہی نہ رہے۔ تو کون مہان یگیہ کرائے۔ کون ہندوؤں کو پبلک سروس میں شریک ہونے کا موقعہ دے۔ جڑ کو کاٹ کر جو شخص شاخوں کے زندہ رکھنے کی اُمید کرتا ہے وہ سخت نادان ہے۔ وید مقدس در اصل ایک قسم کے شیرازہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جسمیں تمام ہندو ایک دوسرے کے ساتھ گُتھے رہتے تھے۔ وید ہماری دھرم پُستک ہیں اور ہمارے تمام سوشل قوانین و سماجک نیّم کی جڑ ان میں ہے۔ ایک زمانہ تھا جب راکھشش اُن کو معدوم کرنے کو تیار ہوتے تھے اور آریہ جاتی کے لوگ اپنی جان دیکر ویدوں کی رکھشا کرتے تھے۔ اور یا اب ایسا وقت آ گیا کہ ہندو خود اپنی بے سمجھی سے ویدوں سے منحرف ہو گئے اور اپنی قومی ہستی کو خطرہ میں ڈالدیا۔ وید ہماری قوم کے حرزِ جان ہیں۔ اگر لوگ وید کو پڑھتے پڑھاتے رہتے۔ اُن کا پڑھنا پڑھانا اپنا پرم دھرم سمجھتے رہتے اور اگر وقتاً فوقتاً ویدوں سے براہ راست صلاح مشورہ لیا کرتے تو آج ان کا نام بھی زندہ قوموں کی فہرست میں ہوتا مگر چونکہ ایسا نہیں کیا گیا۔ قوم میں ہر چہار طرف سے مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ قوم ضعف سے جاں بلب ہے۔ ہر شخص دُکھ درد سے کراہ رہا ہے۔ زمانہ اُن کو کمزور دیکھکر دھکّے پر دھکّے دینے کو مستعد نظر آتا ہے۔ اُن کو مرتے

وقت بھی عذاب دیا جا رہا ہے۔

ہندو۔ ویدوں سے کیا بمکھ ہوئے کہ اپنی مٹی پلید کر دی۔ کیونکہ وید ہی تمام ودیاؤں کے بھنڈار یوگ و گیان کے خزانے۔ علم معرفت کے سرچشمے تھے۔ جو پیاسا گنگا کے کنارے بس کر پانی نہ پیئے۔ وہ پیاس کے صدمہ اُٹھا کر مر جائے گا۔ اسی طرح جواہرات روپی ویدوں کے احکام و تلقین سے بے خبر ہیں اُن کی نسبت سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ اُن پر ایشور اپنا فضل کرے!

ختم شد۔

نوٹ از ایڈیٹر۔

سناتن ہندو دھرم اور دیگر مذاہب میں فرق

ہر مذہب کی بُنیاد عقیدہ پرستی ہے۔ ایمان پر ہے۔ لیکن سناتن ویدک ہندو دھرم DOGMAS سے یعنی عقیدہ پرستی اور ایمان سے پاک ہے۔

اسلام کو اگر حضرت محمدؐ صاحب سے پاک کر دیا جاوے۔ تو اسلام کا وجود ہی نہیں رہتا۔ اور عیسائی مت سے اگر حضرت عیسیٰ کو خارج کر دیا جائے تو عیسائی مت کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندو دھرم چونکہ کسی خاص عقیدہ یا کسی خاص اوتار یا کسی خاص شخصیت کا جاری کردہ نہیں۔ بلکہ ایشوری دھرم ہے۔ اور اس کا تمام عقیدہ ایشور کرت ویدوں پر ہے۔ جو کہ سرشٹی کے ساتھ ہی پرگٹ ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ویدک دھرم ہی سناتن یعنی پراچین ہے اور اس ایشوری دھرم کو اپنا نا ہی انسانیت ہے۔ یہ جرنیلی سڑک ہے۔ جس پر چلنے سے کسی طرح کا خوف و خطر نہیں۔ یہ سیدھا منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ ویدک دھرم کا مقصد صرف خود شناسی ہے۔ آتم درشن ہے۔ اور یہی اُسکی امتیازی شان ہے۔ موجودہ سیکولرزم تو صرف پولیٹیکل اغراض کی پیدائش ہے۔ ورنہ صحیح سیکولرزم تو سناتن ویدک دھرم کے اصولوں پر ہی چلتا ہے۔ جس میں سب کو خدا کی ذات سمجھا جاتا ہے۔ کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ جو "دھرم" گنتا۔ گائے۔ براہمن اور چنڈال میں بھی ایک آتما دکھاتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کونسا سیکولرزم ہو سکتا ہے۔ البتہ سناتن دھرم سَم درشی بننا سکھاتا ہے۔ سَم ورتی بننا نہیں۔ کیونکہ سَم ورتی پشو پن ہے اور سَم درشی صحیح معنوں میں انسانیت۔

سناتن دھرم کی مہما

(از قلم امیر الشعرا دیوان نندیداس قمر)

سناتن دھرم کی مہما کہوں طاقت کہاں میری
قلم بھی تھک گئی اور گنگ ہے آخر زباں میری

بڑا ہی لطف ہو اس پریم میں نکلے جو جاں میری
شری گنگا کی لہروں میں رواں ہوں ہڈیاں میری

شری گوکل کی مٹی کو اگر زیب جبیں کر لوں
نجات دائمی یہ ہے قدمبوسی کہیں کر لوں

سناتن دھرم کی جے جے جہاں میں چار سو سن لو
مدن موہن کی مہما زر بندرا ور کو بکو سن لو

شری جمنا کے تٹ پر بانسری کی تو ہی تو سن لو
ابھی تک راس لیلا برندابن میں روبرو سن لو

زباں پر بار بار آیا سناتن دھرم کی جے جے
یہی وہ دھرم ہے جس کا سہانا گنج دریا ہے

اجودھیا ناتھ کی مہماں کہ گوکل ناتھ کی چرچا
شری شمبھو کی رحمت کا رواں ہے دہر میں دریا

کہیں شکتی بھوانی کا سجا دربار ہے اعلیٰ
قمر ہنومنت ہے گویا سناتن دھرم کا جھنڈا

جوانمردو اٹھو دنیا کو قومی آن دکھلاؤ
سناتن دھرم کا جھنڈا زمانے بھر میں لہراؤ

شہید بندہ بہادر ویراگی

جنکی شہادت ۹ جون ۱۷۱۶ء کو دہلی میں ہوئی
جنکی تیسری جنم شتابدی اِمسال ۱۱ نومبر کو سارے دیش میں منائی جاوے گی۔"

(از شری اوم پرکاش سبھروال منتری بابا بندہ بہادر تیسری جنم شتابدی سمتی)

آج سے تین سو سال پہلے جموں کشمیر کی اس پوتر دھرتی جسکو شہیدوں کی دھرتی پکارا جائے تو اچھا ہوگا شری رام دیو راجپوت بھاروَاج کے گھر شری لچھمن دیو بالک نے جنم لیا۔ کسی کو پتہ نہ تھا کہ ویر بالک بڑا ہو کر یوگی۔ یودھا شکاری۔ سنیاسی راجہ اور بعد میں شہید بنے گا۔ اسوقت اسکے ماتا پتا بھی یہ کہنے کے لئے تیار نہ ہونگے کہ ہمارا بچہ گھریلو کاروبار کرنے کی بجائے یوگی بنے گا۔ اور بعد میں گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے آشیرواد سے اپنے دیش سے اسوقت کے دشمنوں کا سرو ناش کریگا۔ بچپن میں اس کو شکار کھیلنے کا شوق تھا۔ راجوری کا علاقہ تقریباً سارے کا سارا پہاڑی ہے۔ ...ہم فٹ کی بلندی پر یہ چھوٹا سا قصبہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہاں شہید پیدا ہوئے اور یہاں کی ماتری شکتی نے دیش اور دھرم کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دی لیکن دشمن کو اپنے پوتر جسم کو ہاتھ تک نہ لگانے دیا۔ جموں سے ۱۰۱ میل کی دوری پر دو چھوٹے چھوٹے پہاڑی نالوں کے درمیان یہ قصبہ چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ پرانی خلیفہ سڑک جو لاہور سے سری نگر جاتی تھی۔ اسی سڑک پر یہ ایک بہت بڑا اچھا مقام ہے۔ یہاں سے ۵ میل کی دوری پر ٹھنگی نامی گاؤں ہے۔ جہاں پرانے خلیفہ اشرف کا قلعہ ہے۔

ویر بالک لچھمن دیو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عام طور پر شکار کھیلا کرتا تھا۔ پونچھ۔ مہینڈر۔ برنی۔ سورن کوٹ وغیرہ کے علاقے میں گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلا کرتا تھا۔ ایک دن راجوری شہر کے سامنے والی پہاڑی پر شکار کھیلتے ہوئے اسکو ایک ہرنی نظر آئی۔ تیر سے اس کا نشانہ کیا اور ہرنی گر پڑی۔ ویر بالک نے اپنے شکار کو گرتے دیکھکر اس کو سنبھالا اور اپنے ہتھیاروں سے اس کا پیٹ چاک کیا۔ ہرنی کے پیٹ سے دو بچے زندہ نکلے اور چند منٹوں کے اندر ویر بالک کے سامنے تڑپ کر مر گئے۔ اس واقعہ نے اسکے من پر گہرا اثر کیا ابھی تک ویر لچھمن کنوارا تھا۔ وہ بغیر شکار کے گھر لوٹا۔ آکر ماتا جی کو ساری کہانی کہہ سنائی لیکن ماں نے اس کو ڈھارس بندھائی اور کہا کہ راجپوت بیٹے ایسی باتوں سے گھبراتے نہیں۔ ہمیں تو دیش اور دھرم کی رکھشا کے لئے پتہ نہیں کیا کیا کرنا ہوتا ہے لیکن ویر بالک دن بدن اداس رہنے لگا۔ ماں باپ نے بڑی کوشش کی کہ بالک دوبارہ شکار کھیلے اور اس کا دل لگا رہے لیکن وہ شکار کھیلنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ آخر ماں باپ نے اسکی شادی کی بات سوچی لیکن انہی دنوں میں وہ راجوری کے اندر جس کو مندروں والا شہر بھی کہا جائے تو اچھا ہوگا۔ وہاں آکر دن بدن مندروں کے اندر بھگوان کا کیرتن اور سندھیا پاٹھ کرنے لگا۔ شہر کے دونوں طرف مندر ہی مندر ہیں۔ ایک مندر میں اپنے بزرگ شری جانکی داس جی ویراگی باہر سے آکر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس مندر میں لوگوں کا ہر وقت اکٹھا رہتا اور بھجن کیرتن ہوتا رہتا تھا یہ ویر بالک وہاں رہنے لگا۔ آج بھی اس مندر میں آنندی اکھاڑہ کے سرپرست اور بندہ بہادر تیسری جنم شتابدی سمتی کے سرپرست باوا اوم جی رہتے ہیں اور اب یہ مندر ویر ویراگی کے مندر کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اور جہاں ہر سال اس جنم دن کے موقعہ پر میلہ لگتا ہے اس ویر بالک نے شری جانکی داس جی کی سیوا کرنے اور مندر میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ آخر اس نے اپنا ارادہ ویراگی جانکی داس جی کے سامنے رکھا اور کئی کئی دن رات گی سیوا میں لگا رہا۔ ویر بالک بہت ہوشیار تھا اور سیوا بھی بہت اچھی طرح سے کرتا تھا۔ آخر شری جانکی داس جی اسکو اپنا شیشیہ بنانے کا فیصلہ کیا اور اسی مندر میں دریا کے کنارے بسنت پنچمی والے دن اس کو دیکشا دی اور بھگوے کپڑے پہنا دیئے اور اس کا نام مادھو داس رکھا گیا۔ ——— پھر کیا تھا بھگوے کپڑے پہن کر یہ ویر سادھو انکے ساتھ گاؤں گاؤں گھومنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ ندی کے کنارے کنارے چلتے چلتے وہ لاہور جا پہنچے۔ وہاں قصور کے پاس شری جانکی داس کا اپنا ڈیرہ تھا۔ وہاں پر اس سمے ایک بزرگ سادھو رام داس جی سے بودھی یوگ دیکشا لی اور آہستہ آہستہ ہردوار اور دوسرے تیرتھوں کی یاترا کرتے کرتے وہ دکھشن کیطرف

چلا گیا۔ اس علاقہ میں بھگوان شری رامچندر جی نے پنچ وٹی کے جنگل میں جہاں اپنا ڈیرہ بنایا تھا۔ اسی جنگل کو اس ویر بالک سادھو نے چنا اور دریائے نربدا کے کنارے اپنا آشرم بنا کر رہنے لگا۔

اسوقت اس کی آیو ۲۴/۲۵ سال کی تھی۔ نوجوان تھا، راجپوتوں کا خون۔ ویراگیوں کی آشیرواد تھی اس کے چہرے پر نور برستا تھا جس بھی آدمی کے ساتھ اسکی آنکھیں چار ہوتی تھیں وہ اُسی کا ہو جاتا تھا۔ کوئی آدمی بیمار ہوتا۔ کسی کو کوئی دماغی تکلیف ہوتی اور دیگر کوئی گھریلو جھگڑا ہوتا، یہ ویر ویراگی اُس کو اپنی دھونی میں سے ایک چٹکی راکھ کی دیدیتا اور اُسی سے وہ روگی بیمار سب ٹھیک ہو جاتے۔ لیکن اس کا حکم تھا کوئی استری اس آشرم میں داخل نہیں ہو سکتی۔ آہستہ آہستہ یہ آشرم اور ویر ویراگی سارے علاقے میں مشہور ہونے لگا۔ کوئی جنگلی جانور بھی اس آشرم کے پاس نہ آتا تھا۔ اس آشرم کی بھیڑیں۔ بکریاں۔ گائے اپنے آپ گھاس چر کر واپس آجاتی تھیں۔ بہت کافی سادھو اس آشرم میں رہنے لگے۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت پنجاب میں گھمسان کی لڑائی لڑی جا رہی تھی یہ ویر سادھو کیوں پنجاب چھوڑ کر دکھشن کی طرف آگیا؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ویر ویراگی اپنی بھگتی میں اتنا مست تھا کہ اس کو سوائے ایشور کے اور کوئی چیز نظر بھی نہ آتی تھی۔ اس آشرم میں رہتے رہتے جب کافی دیر ہو گئی تو یہ اکھاڑہ بھوتوں پریتوں کا ڈیرہ ہے مشہور ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اس ویر ویراگی نے جن۔ بھوت پریت اپنے وش میں کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ ڈیرہ بھوت اکالنے والے سادھو کا ڈیرہ بن کر رہ گیا ہے دوسری طرف گورو گوبند سنگھ جی مہاراج اپنے چاروں بچوں کو دیش اور دھرم کی خاطر بلیدان کرا کر اور اپنے چند بہادر سکھوں کو ساتھ لے کر پنجاب چھوڑ کر دیش کا بھرمن کرنے کو نکلے کیونکہ اسوقت پنجاب میں ان کی جان بھی خطرے میں تھی۔ ان کے بھرمن کا ایک ہی آدرش تھا کہ سارے دیش میں شکتی شالی ویروں کا دوبارہ سنگٹھن کر کے پھر پنجاب میں آکر لڑائی لڑی جائے۔

آخر ۱۷۰۶ء میں جب ویر ویراگی ۳۶ سال کا تھا۔ تو گورو مہاراج جی سے اس کی بھینٹ ہوئی۔ گورو جی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسکی آشرم میں چلے آگئے۔ بیراگی آشرم میں موجود نہ تھا جب وہ آشرم میں واپس آیا تو گورو جی مہاراج کے ساتھ اسکی آنکھیں چار ہوئیں دونوں ویروں کا ملاپ ایک طرف کھشتری سرف اور دوسری طرف سادھو دھرم تھا۔ دونوں مہاپرشوں کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ آخر بھگوان کو جو منظور تھا وہی ہوا۔ گورو مہاراج جی کی پہلی بھینٹ میں ہی کام ہو گیا۔ گورو جی کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ ویر بالک جموں کشمیر کا رہنے والا تھا۔ جب گورو جی مہاراج نے اس کو کشمیری پنڈتوں کے کہنے پر اپنے سورگیہ پتا گورو تیغ بہادر جی کی شہادت کی یاد دلائی تو اس ویر بالک نے کہا کہ یا تو گورو مہاراج جی کے چاروں بچوں کا بدلہ لے کر چھوڑوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ گورو جی نے اس کو آشیرواد دیا اپنے چند ساتھی اسکی مدد اور جانکاری کیلئے بھیجے۔ اپنے تیر کمان میں سے دو تیر نکال کر دیئے۔ کہتے ہیں کہ جو تیر بندہ بہادر کے اب بھی موجود ہیں ان میں وہ تیر بھی ہیں جو گورو جی نے انہیں اپنے ہاتھوں سے دیئے تھے۔

گورو جی کی آشیرواد سے ویر بیراگی جس کو گورو جی نے اپنا بندہ کہکر پکارا تھا۔ اپنے چند ساتھیوں اور باقی سادھوؤں کو شستر دھارن کرا کر ساتھ لے کر چل پڑا۔ پھر کیا تھا راستے میں جو کوئی بھی آیا اس کو اپنی فوج میں بھرتی کیا گیا اور دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جوں جوں بندہ بہادر آگے بڑھتا تھا اس کی شہرت سینکڑوں میل دور پہلے ہی پہنچ جاتی تھی۔ دہلی کے پاس پہنچتے پہنچتے اسکی فوج کی تعداد ہزاروں ہو گئی۔ لیکن اس نے دہلی کی بجائے سرہند کا راستہ لیا جہاں گورو جی کے دو بچے زندہ دیواروں میں چنے گئے تھے۔ دوسری طرف اورنگ زیب ۵۰ سال لڑائیاں لڑتا ہوا دکھن میں مر چکا تھا۔ اسکا بیٹا بہادر شاہ تخت پر بیٹھا۔ دو سال کے بعد وہ بھی مر گیا۔ اسکے مرنے کے بعد تخت کے لئے جھگڑے شروع ہو گئے۔ دوسری طرف بندہ بہادر نے پنجاب کے ہندو سکھ بہت سے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ فوج تیار کی گئی سب کو گورو جی کا سندیش سنایا گیا۔ ہندو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس فوج نے بہت سے علاقے کو فتح کیا۔ بندہ بہادر نے شاہی عذاب سے لوگوں کو چھٹکارا دلایا۔ اور پنجاب میں دوبارہ ہندوؤں کا راج لایا گیا۔ بندہ بہادر کو اس راج کا بادشاہ

تسلیم کیا گیا۔ گورو جی مہاراج کا سکّہ چلایا گیا۔ انکی مہر لگائی جاتی تھی۔ بندہ بہادر نے سنہ ۱۷۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۵ء تک تقریباً اسّی بڑی بڑی لڑائیاں لڑیں اور سب میں جیت حاصل کی۔ اس نے سنہ ۱۷۱۰ء میں چمبہ کی راجکماری سے شادی کرلی۔ پہاڑی راجہ کی راجکماری سے شادی ہونے کے بعد یہ لوگ ایک ہو گئے۔ یہ شادی بھی سیاسی شادی تھی۔ کیونکہ پہاڑی راجے گورو جی کی مخالفت کرتے رہتے تھے۔ اس سے پنجاب کو بہت فائدہ پہنچا۔ بعد میں ایک لڑکا اس راجکماری سے پیدا ہوا۔ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے بندہ بہادر کو شادی نہ کرنے اور راجہ نہ بننے کا آدیش دیا تھا۔ لیکن اتہاس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔ کیونکہ گورو مہاراج نے خود شادی کی تھی۔ بندہ بہادر کی شادی کا ایک دوسرا کارن بھی تھا۔ جب کافی علاقے جیتنے کے بعد یہ خیال آیا کہ گورو جی کی ساری سنتیان ہم بچے ہم سے بھگوان نے چھین لئے۔ اب اگر ایسے ہی چلتا رہا تو کس طرح انت میں راج کاج کا کام چلے گا۔ اس پر وچار کرنے کے بعد ساری سنگت نے فیصلہ کیا کہ بندہ بہادر کی شادی کرائی جائے۔ اور بھگوان سے یہ پرارتھنا بھی کیجاوے کہ اس کے ہاں ایک ویر بالک کا جنم ہو جو بعد میں ساری قوم کی لیڈر شپ سنبھال سکے۔

آخر گورداسپور قلعے کے اندر دشمن کا دباؤ بڑھنے کی وجہ سے ان کو ہٹنا پڑا۔ ویراگی کے ساتھ سینکڑوں سکھ فوجی۔ راجکماری اور اس کا چھوٹا بالک تھے۔ دشمن نے سب کو شاہی قیدی بنا لیا۔ سنہ ۱۷۱۶ء میں انکو دہلی لے جایا گیا۔ ہر روز سو فوجیوں کا قتل ہوتا تھا۔ ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر ٹانگ کر جلوس نکالا جاتا تھا۔ آٹھ دن کے بعد ویر بندہ بہادر کی باری آئی۔ راجکماری کو علیحدہ شاہی محل میں قید کیا گیا تھا۔ پنجرے کے اندر اس شیر کو قتل گاہ میں لایا گیا۔ ایک طرف شہیدوں کے سر نیزوں پر لٹک رہے تھے۔ بڑا دردناک نظارہ تھا۔ بندہ بہادر کے چہرے پر ویسا ہی نور برس رہا تھا۔ جیسے گرفتاری کے وقت تھا۔ شاہی جلاد نے تین بار پوچھا کہ کیا دھرم بدلنے کو تیار ہو؟ اگر آپ دھرم بدل کر مسلمان بن جاؤ۔ آپ کو جاگیر کے علاوہ آپکی پتنی جو قید ہے اور بچہ زندہ واپس کر دیا جائیگا۔ لیکن ایک ہی جواب تھا۔ نہیں!

آخر بندہ بہادر کو حکم دیا گیا کہ اپنے چار سالہ بچے کو قتل کرو۔ بندہ نے انکار کر دیا۔ اس پر جلادوں نے بچے کو قتل کر کے اس کا کلیجہ بندہ بہادر کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ بچے کا گوشت اس کی چھاتی پر پھینکا گیا۔ جلادوں نے اپنا کام جاری رکھا اور دہکتے زنبوروں سے اسکے جسم کو کاٹا گیا۔ آخر دیش اور قوم کی خاطر بندہ بہادر نے مہان شہیدی پراپت کی۔

اس کے بعد اس کی دھرم پتنی راجکماری چمبہ (جو قید تھی) پر مغلیہ نوابوں نے ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ اسکی ایک جرنیل سے شادی کر دیگئی۔ راجکماری راجپوت باپ کی بیٹی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور شیرنی کی طرح گرج کر بولی۔ کون ہے جو میرے جسم کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ میں آگ ہوں۔ اسے بھسم کر دونگی۔ آخر کافی دن کے بعد راجکماری نے ایک فیصلہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں اس جرنیل سے ملنا چاہتی ہوں سارے شاہی محل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے دن صبح راجکماری دربار میں لائی گئی دربار سے سب کو باہر نکال دیا گیا۔ اچانک اس شیرنی نے اپنی کٹار سے اس جرنیل پر وار کیا۔ پہلے وار سے وہ بچ گیا۔ دوسرے وار سے قدرے زخمی ہوا۔ اور آخر اس کے سپہ سالار نے راجکماری کا کام تمام کر دیا لیکن وہ اپنے شہید پتی اور بچے کے پاس جا پہنچی۔

یہ چند الفاظ اس شہید کی یادگار اور شردھانجلی کے طور پر بھینٹ کئے جاتے ہیں۔ اس سال خوش قسمتی سے اس کی تیسری جنم شتابدی ہے۔ اس اتسو کو سارے شمالی بھارت میں منانے کی ضرورت ہے۔ دہلی۔ رہتک۔ جالندھر۔ جموں اور راجوری، جہاں اس کا جنم

ہوا۔ بہت بڑا پروگرام کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے سب بھائیوں سے اپیل ہے کہ اس پروگرام کو سپھل بنانے کے لئے نیسری جنم شتابدی سمتی سے سہیوگ کریں۔ اور دھن سمتی کو راجوری کے پتے پر ارسال کریں۔ اس سے اس کے جنم ستھان پر اچھی یادگار بنانے میں مدد ملے گی۔

اوم

بندہ بہادر

آدیت ناتھ دِل دہلی

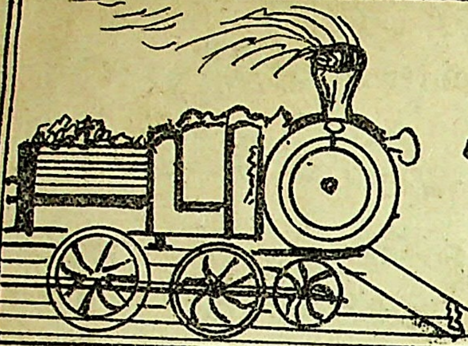
(۱)
بیراگی کی کٹیا میں گوبند چلے آئے
اور ہاتھ محبت کے اسطرف بڑھائے
ہمدرد سمجھکر اُسے سب درد دکھائے
ہمراز سمجھ کر اُسے سب راز بتائے
بندہ نے اے دل! رکھدی وہیں ہاتھ کی مالا
تلوار کسی کمر میں۔ اُونچا کیا بھالا

(۲)
اب انکے اشارے پہ چلا بندہ بہادر
خودداری کے سانچے میں ڈھلا۔ بندہ بہادر
آغوش شجاعت میں پلا بندہ بہادر
دشمن کے لئے بن کے بلا بندہ بہادر
سر رکھ کے ہتھیلی پہ۔ کفن باندھ کے سر پر
اور گر کے بھروسہ فقط اک خونی تبر پر

(۳)
بجلی کی طرح تیغ چلاتا ہوا نکلا
اور خون کا دریا سا بہاتا ہوا نکلا
یوں دشمنوں کے چھکے چھڑاتا ہوا نکلا
یوں پرخچے فوجوں کے اڑاتا ہوا نکلا
سر نوک پہ برچھے کی چڑھاتا ہوا نکلا
اور لاشوں کو قدموں میں بچھاتا ہوا نکلا

(۴)
اس طرح سے دو ہاتھ دکھاتا ہوا نکلا
کہ کاٹ کے سر ہاتھ گراتا ہوا نکلا
اس شان سے سر اونچا اٹھاتا ہوا نکلا
کہ دنیا میں اک دھاک بٹھلاتا ہوا نکلا
معصوموں کا یوں بدلہ چکاتا ہوا نکلا
پنجاب میں کہرام مچاتا ہوا نکلا

(۵)
جس شہر میں جس گاؤں میں پاؤں لگا دھرنے
دشمن کے سپاہی وہیں توبہ لگے کرنے
کچھ خوف کے مارے لگے بے موت ہی مرنے
پر آنکھ کو چندھیا دیا بندہ کے تبر نے
ہاتھ آ گیا دشمن کے یہ اک دھوکہ میں آکر
خود سو گیا آخر یہ ہزاروں کو سلا کر



ناردرن ریلوے

ٹائم ٹیبل میں تبدیلیاں

موسم سرما کے ٹائم ٹیبل میں یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء سے مندرجہ ذیل اہم تبدیلیاں عمل میں آئیں گی۔

۱۔ نئی ٹرینیں چلائی گئیں۔ لکھنؤ اور بالامئو کے درمیان۔

لکھنؤ اور بالامئو کے درمیان ایک پسنجر ٹرین جاری کیگئی۔ ٹرین لکھنؤ سے 17.20 بجکر پر چل کر بالامئو 20-19 بجکر پر پہنچیگی۔

واپسی پر بالامئو سے 15-7 بجکر پر چل کر لکھنؤ 15-9 پر پہنچے گی۔

کورکھشیتر اور جنید کے درمیان

کورکھشیتر سے گاڑی 20-15 بجکر پر روانہ ہوگی اور 40-23 بجکر پر جنید پہنچے گی۔ واپسی پر جنید سے 40-9 بجکر روانہ ہوکر کورکھشیتر 20-13 بجکر پر پہنچے گی۔

سعدول پور اور ہنومان گڑھ کے درمیان

ہنومان گڑھ سے 5 بجکر 15 منٹ پر روانہ ہوکر سعدول پور 11 بجکر 25 منٹ پر پہنچے گی۔ واپسی پر سعدول پور سے 17 بجکر 15 منٹ پر روانہ ہوکر ہنومان گڑھ 22 بجکر 25 منٹ پر پہنچے گی۔

۲۔ ٹرینیں جو منسوخ کی گئیں

1- نمبر 1AP / 2AP امرت سر اور پٹی کے درمیان۔
2- نمبر 1BQ / 2BQ بٹالہ اور قادیان کے درمیان
3- نمبر 1JA / 2JA جالندھر شہر اور امرت سر کے درمیان
4- نمبر 1JN جالندھر شہر اور نکودر کے درمیان۔ یہ ٹرینیں صرف موسمی سفر کیلئے چلتی ہیں۔

۳۔ گاڑیاں جن کے راستے تبدیل کئے گئے۔

7DG غازی آباد - دہلی شٹل سروس براستہ نیا جمنا پُل چلے گی۔

۴۔ نئے سٹاپ

خاص خاص سروسوں کے سٹاپ میں اضافے کئے گئے ہیں۔

نمبر 33 اُپ چکی بینک پر نمبر 62 ڈاؤن اور نمبر 66 ڈاؤن دونوں ایکسپریس گاڑیاں ڈوئی والہ پر نمبر 41 اُپ اور نمبر 42 ڈاؤن مسوری ایکسپریس گاڑیاں رسیی پر نمبر 351 پسنجر آئیگاواں۔ نمبر 5LF اور 6LF پسنجر گاڑیاں دھت ہالٹ پر 40 ڈاؤن جنتا ایکسپریس داوری اور کھیر پور پر 10 ڈاؤن ڈون ایکسپریس رائے والا اور 99 اپ اور 100 ڈاؤن ایکسپریس گاڑیاں کوسلی پر۔

۵۔ ٹرینیں جن کی رفتار تیز کی گئی چند میل اور ایکسپریس گاڑیوں کی رفتار زیادہ کی گئی ہے۔

جن میں ۵۹/۶۰ سری نگر ایکسپریس 33/34 کشمیر میل 41 اپ سوری ایکسپریس 69 اپ ترویني ایکسپریس 207 اپ آگرہ ایکسپریس اور 96 ڈاؤن مارواڑ میل قابل ذکر ہیں۔

۶۔ گاڑیوں کے اوقات میں تبدیلی۔ نمبر ۱۲ ڈاؤن دکشن ایکسپریس نئی دلّی پر بجائے ۷ بجکر ۴۰ منٹ کے 5 بجے پہنچیگی۔
نمبر ۲۲ اپ دکشن ایکسپریس نئی دلّی سے ۲۰ بجکر 50 منٹ کی بجائے 19 بجکر ۱۵ منٹ پر روانہ ہوگی۔ نمبر 66/ 62 وارانسی پر 17 بجکر 10 منٹ پر پہنچنے کی بجائے 18/00 پر پہنچے گی۔
نمبر 30 ڈاؤن لکھنؤ میل نئی دلّی سے 21 بجکر ۲۰ منٹ پر روانہ ہونے کے بجائے۔ ۲۱ بجکر ۰۵ منٹ پر روانہ ہوگی اور لکھنؤ 7-00 بجے کی بجائے 7 بجکر ۲۰ منٹ پر پہنچے گی۔

۷۔ ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں جو خارج کی گئیں۔

مسوری ایکسپریس سے مورخہ 16 اکتوبر ۱۹۷۰ء سے دلّی اور 17 اکتوبر ۱۹۷۰ء سے ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں ہٹا دیگئی ہیں۔
اسی طرح ۹ اپ اور ۱۰ ڈاؤن دون ایکسپریس ہفتہ میں دوبار چلنے والی دوا رانسی۔ ڈیرہ دون) سے مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء سے ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں ہٹا دی گئی ہیں 93 اپ اور 94 ڈاؤن جودھپور میل گاڑیوں پر (دہلی سے جودھپور) ہفتہ میں چار بار کے بجائے دوبار ایئر کنڈیشنڈ سیٹیں مہیا کی جائینگی۔ یہ دہلی سے سوموار اور شکروار اور جودھپور سے اتوار اور بدھوار کو مہیا ہوں گی۔

۸۔ فاصلے کی پابندی میں رعائت۔

3 اپ اور 4 ڈاؤن میل گاڑی کے تھرڈ کلاس کا سفر صرف مرزاپور اور الہ آباد کے درمیان 160 کلومیٹر کی پابندی ختم کردیگئی ہے۔ تاہم موجودہ پابندی اس ریلوے کے مغل سرائے مرزاپور سیکشن پر عائد ہوگی۔

9۔ مفصل معلومات ناردرن ریلوے ٹائم ٹیبل سے حاصل ہوسکتی ہیں جو ریلوے بکنگ۔ ریزرویشن۔ انکوائری کے دفتروں اور بڑے بڑے سٹیشنوں کے بک سٹالوں سے مل سکتا ہے۔

چیف اپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ



Banda Beragi.

BANDA VIR VERAGI

MONTHLY 'OM' DELHI.

Vol. 37 NOVFMBER 1970 Regd. No. D—209



Sood Litho Press. Pataudi House, Darayganj, Delhi Phane :